

روایات اُم المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آداب زندگی

پڑھ کر لشیرِ حمد صدیقی



صلی اللہ علی پیغمبر وآلہ وسالہ

روايات ام المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آداب زندگی



پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

صدیقی پبلی کیشنز

-1 118 - روشن پارک عقب سو شل یکورٹی ہسپتال نزد ملتان چوگنی لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر بانی، 5- اجیبری سٹریٹ ہجوری محلہ

نرودر باردا تجسس بخش، لاہور 042-7313356

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

۱۳۷۱۵۲

نام کتاب	:	روایات اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ذیجنہ اور آداب زندگی
نام مؤلف	:	پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
ناشر	:	سعید احمد صدیقی ایم۔ اے، صدیقی پبلی کیشنز
تعداد	:	ایک ہزار (1000)
صفحات	:	128
سالِ طباعت	:	2007ء
قیمت	:	80 روپے
کمپوزنگ	:	عاصم گرافس، اردو بازار، لاہور
پرنٹر	:	آر۔ زیڈ پرینٹر 2 - کورٹ سڑیٹ 26 - لور مال، لاہور

ملنے کے پتے

صدیقی پبلی کیشنز

-1 118- روشن پارک عقب سو شل سیکورٹی ہسپتال نزد ملتان چونگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر مہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5- اجیری سڑیٹ ہجوری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356

انتساب

سالار نقشبندیاں

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کے نام

فہرست مضمایں

9	پیش لفظ	-1
12	تقریظ	-2
14	عرض ناشر	-3
15	قرآن حکیم کی روشنی میں ازواج مطہرات کا اعلیٰ وارفع مقام	-4
23	حدیث، سیرت اور تاریخ کی روشنی میں ازواج مطہرات کا اعلیٰ وارفع مقام	-5
31	ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا ممتاز علمی مقام	-6
33	حضرت عائشہؓ کی تبلیغی و تربیتی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں	-7
35	حضرت عائشہؓ کی فصاحت و بлагعت	-8
36	واقعہ افک	-9
37	قرآن کریم کی تشرع و تفسیر	-10

سیرت مطہرہ

39	وحی کا آغاز	-11
41	حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو تحائف	-12
41	واقعہ تحریر	-13
41	رحیم و کریم نبی ﷺ	-14
43	صاحب خلق عظیم	-15
44	اس کے لیے شفقت و رحمت	-16
44	صلوٰۃ رسول ﷺ	-17
44	کلام رسول ﷺ کا اسلوب	-18
45	آسان اور قابل عمل دین عطا فرمانے والا روف و رحیم نبی ﷺ	-19

45	وفات سے تھوڑا پہلے معمول بہ دعا	-20
46	رحلت کے وقت آخری الفاظ	-21
46	حضور ﷺ کا مدفن	-22
47	رسول کریم ﷺ کی خصوصی عظمتیں	-23
52	ایصالِ ثواب	-24
53	عورتوں سے بیعت لینے کا طریق	-25
54	عدل بین النساء	-26
54	منزلي زندگي کی چند جھلکیاں	-27
57	رسوم جاہلیت کا خاتمه	-28

تاریخ اسلام

58	. امہات المؤمنین سے صحابہ کرام کا حسن سلوک	-29
59	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہجرت جب شہ	-30
60	ہجرت بیت اللہ کا ہی حصہ ہے	-31
62	ہجرت نبوی ﷺ	-32
62	حضور ﷺ کی علامت کے موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت صلوٰۃ	-33
63	رحلت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	-34
64	شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشیں گوئی اور ان کو صبر کی تلقین	-35

عبدادت

65	طہارت	-36
67	صلوٰۃ	-37
70	نمازِ تراویح	-38
70	زکوٰۃ	-39

72

صوم

-40

74

حج

-41

مناکحات

76

نکاح

-42

76

اذن نکاح

-43

77

ولایت نکاح

-44

77

تفویض طلاق

-45

78

خیار عحق

-46

78

عدت

-47

تعزیرات

79

سرقة

-48

81

قتل یا موت کی سزا

-49

81

شراب اور نشہ آور اشیاء

-50

متفرق منائل

83

آداب طعام

-51

83

عقيقة

-52

84

قبول دعوت

-53

84

صدقة بطور ہدیہ

-54

85

دیاغت کا مسئلہ

-55

85

مرفوع القلم

-56

86

بیٹے کے مال پر باپ کا حق

-57

87

جامع نصیحت

-58

88

حوالہ جات

-59

نبی کریم ﷺ کی تعداد ازدواج کی حکمتیں

تعداد ازدواج کی حکمتیں

95

مکی دور میں شرف زوجیت حاصل کرنے والی امہات المؤمنین ﷺ

99	حضرت خدیجہ ؓ	-1
99	حضرت سودہ ؓ	-2
99	حضرت عائشہ ؓ	-3

مدنی دور میں آپ ﷺ کے نکاح میں آنے والی امہات المؤمنین ﷺ

100	حضرت حفصہ ؓ	-1
101	حضرت زینب بنت خزیمہ ؓ	-2
102	حضرت ام سلمہ ؓ	-3
103	حضرت زینب بنت جحش ؓ	-4
107	حضرت جویریہ ؓ	-5
109	حضرت اُم حبیبہ ؓ	-6
110	حضرت میمونہ ؓ	-7
111	حضرت صفیہ ؓ	-8
113	خلاصہ کلام	☆

حضور ﷺ کی عظمت کا بین السطور اعتراف کرنے والے مستشرقین

115	منگل پری واث کا بیان	-1
116	جان بیکٹ گلب کا بیان	-2
119	حوالہ جات	☆

پیش لفظ

رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کی عظمتیں اور کمالات کا بیان خود خداوند قدوس نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔ آپ رحمة للعلمین، خاتم النبیین، نذیر للعالمین، سراج منیر، صاحب خلق عظیم اور حکمت ربیٰ کا پشمہ نور ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذلک مما اوحى اليك ربک من الحکمة﴾ (الاسراء/۱۷)

”یہ ہدایات جنہیں بذریعہ وحی آپ کی طرف آپ کے رب کریم نے بھیجا ہے دانائی کی باتوں میں سے ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ نہ صرف اس حکمت ربیٰ کے امین ہیں بلکہ آپ کے فرائض نبوت میں امت مسلمہ کو حکمت کی تعلیم دینا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم﴾

يَتَلَوَّا عَلَيْهِمْ أَيَّاتُهُ وَيَزْكُّهُمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ وَإِنْ كَانُوا

مِنْ قَبْلِ لِفْيِ ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران/۱۶۳)

”یقیناً بِرَا احسان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور حکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

قرآن حکیم میں فرزندانِ توحید کے لیے یہ خوشخبری بھی سنائی گئی ہے:

﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتَى خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (البقرة/۲۶۹)

”جسے حکمت عطا کی گئی گویا اسے بہت سی سعادتوں اور خیر کثیر سے نوازا گیا۔“

حکمت کے یہ سچے اور سچے موتی صحابہ کرام نے رسول کریم ﷺ سے حاصل کیے۔ ان صحابہ کرام میں آپ کی ازواج مطہرات بھی ہیں۔ قرآن حکیم میں ازواج مطہرات کا اعلیٰ وارفع مقام بیان کیا گیا ہے۔ حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابیں ان کے اعلیٰ وارفع مقام پر شاہد عادل ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ازواج مطہرات کی تربیت میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن و معلم رسول عربی ﷺ کا عظیم کردار جس کی وجہ سے ازواج مطہرات کو ایک مثالی دینی ماحول میسر آیا۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں خوشگوار ازدواجی زندگی کے روح پرور مناظر جھلکتے ہیں۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اعلیٰ مقام اہل علم و فضل سے مخفی نہیں۔

حسن اتفاق سے محترمہ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شرکت صاحبہ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ”مند عائشہ“ کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی نے شائع کیا ہے۔ اس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروری ۱۱۳۸ احادیث سند کے ساتھ مذکور ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے ایک سو صفحات پر مشتمل دو صد (۲۰۰) سے زیادہ روایوں کی فہرست ”فہرست اسماء الرواۃ“ کے عنوان سے تحریر کی ہے اور فن حدیث کے مرقوم اسلوب کے مطابق تحقیقی کاوش انجام دی ہے۔ ان گیارہ سو سے زائد احادیث میں سے فقط سو (۱۰۰) کے لگ بھگ احادیث زیر نظر تصنیف میں پیش کی جا رہی ہیں۔

ان میں عبادات، معاملات، مناکحات اور تعزیرات کے علاوہ حضور ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں قرآن حکیم کی بعض آیات کی تشریع اور سیرت و تاریخ کے بارے میں اہم معلومات بھی ہیں۔

اگر فرزندان توحید حکمت کے ان تابناک موتیوں کو اپنے مطالعہ میں رکھیں اور

پورے ذوق و شوق سے اپنی زندگی کو ان رہنمای زریں اصول کے مطابق گزاریں تو اسلامی
معاشرہ کس قدر پر بہار اور صحت مند بنیادوں پر استوار ہو جائے۔ زیرِ نظر تصنیف اسی مقصد
کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کی جا رہی ہے تاکہ حکمت کے ان درخشنده موتیوں سے ہماری
دنیوی اور دینی زندگی مزین اور آراستہ ہو، اور اسوہ حسنہ کی اتباع سے اللہ تعالیٰ کے قرب و
رضوان کا حصول آسان ہو جائے۔

بارگہِ صدیت میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، ناچیز کی اس کوشش کو شرف
قبولیت عطا فرمائے اور قارئین کے دلوں میں دینی جذبہ و لولہ اور شوق پیدا کرے۔ آمین۔
میں عزیزة القدر ڈاکٹر جمیلہ شوکت اور محترمہ شاہدہ پروین (شعبہ علوم اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مسودہ کی تسویہ و ترتیب میں تعاون کیا۔
اللہ کریم ان کو دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور بہترین اجر سے نوازے۔ آمین۔

اہقر العباد

بنسیر احمد صدیقی عفی عنہ

تقریظ

جدید ایجادات و اکشافات اور شیکناوجی کے محیر العقول ظہور پذیر ہونے والے مظاہر اس بات کی تصدیق کرتے نظر آتے ہیں کہ آج انسان ترقی کے بام عروج تک پہنچا جاتا ہے۔ دوسری طرف اللہ کی مکرم مخلوق انسان اور اس کے اعمال و کردار کو دیکھا اور پرکھا جائے تو بلا تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انسان جسے رب کائنات نے اشرف المخلوقات کے اعزاز سے نوازا اور زمین پر اس کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا وہ اس ترقی کی پُر پیچ را ہوں میں یوں گم ہو گیا ہے کہ اس کی اپنی نظروں میں اپنا مقصد تخلیق اور مقامِ رفع دھندا گیا ہے جس کے نتیجہ میں مادی ترقی کے عجائب کے دوش بدوش کرہ ارض پر ظلم و ستم اور فساد ہی فساد نظر آ رہا ہے۔

اہل فکر و نظر اس فساد فی الارض کے متعدد، معقول و مقبول اسباب کی نشاندہی کرتے رہے ہیں اور وہ آج بھی اس عرض اور خرابی کے اسباب و عمل اور اس سے نجات کے طریقے اور راستے واضح کرنے کے لیے اپنی قلم اور زبان دونوں سے کام لے رہے ہیں لیکن حالات میں کوئی سدھار اور بہتری نظر نہیں آ رہی۔

اقوام عالم کی تاریخ کا ایک سرسری جائزہ اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ قوموں کی سربلندی اور تنزل کا انحصار معاشرہ کی ایک اہم اکائی عورت کے مقام و مرتبہ پر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا طبقہ انسان کو اس کا حق دلانے اور بلند مقام و مرتبہ پر فائز کرنے کے لیے ایسے زندگی کے مظاہر میں مردوں کے مساوی حقوق دینے، زندگی کے مختلف دوار میں مرد کے شانہ بشانہ چلنے اور حکومتی و غیر حکومتی اداروں میں اسے آگے لانے

اور برابر کی بنیاد پر حق دینے میں ہے یا شریعت مطہرہ کے زریں اصولوں کی پاسداری اور عملدرآمد میں ہے۔ ہمارے پاس اسلام کے زریں اصولوں پر عمل کے نتائج بھی محفوظ ہیں اور مغرب کی روشن خیالی کے بھیانک نتائج بھی روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آج کا نوجوان طبقہ بڑا زیرِ سمجھدار ہے اور اس کی سمجھ بوجھ کے افق وسیع ہیں۔ لہذا فیصلہ اس نے کرنا ہے کہ وہ حُمَن کی طرف پہنچانے والے راستے کو اختیار کرتا ہے یا شیطان کے ٹولے کا ساتھ دیتا ہے۔ خوش بخت اور کامیاب وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا اور اپنے دین و دنیا کو سنوارتا ہے یعنی دانائی ہے اس قول میں ”السعید من وعظ لغيره“ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ استاذ محترم کو ایمان و صحت کی سلامتی کے ساتھ تادیر سلامت رکھے اور وہ دین میں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت
سابق ڈائریکٹر شیخ زايد اسلامک سنٹر
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عرض ناشر

زمانہ کروٹیں بدلتا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ نئے نئے تقاضے ابھرتے ہیں۔ آج کے دور میں غم دنیا اور غرق دنیا ہونے کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں اگرچہ ہزارہا برس سے شب و روز اور ماہ و سال میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا لیکن آج کا انسانی ذہن ایک طرف تو نئے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اتنا مشغول ہو چکا ہے کہ اسے آداب زندگی کا خیال نہیں رہا لیکن کچھ خوش بخت رو جیس ایسی بھی ہیں جو مصروفیت کے اس ناگزیر کیفیت کے ساتھ ساتھ آداب زندگی اور اخروی کامیابی و کامرانی کے لیے رہنمای زریں اصول کے حصول کی تمنا رکھتے ہیں۔ ایسے خوش بخت لوگ بھی ہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے لیے وقت نکال ہی لیتے ہیں لیکن عوام کی اکثریت تھوڑے سے وقت میں آداب زندگی سے آگاہ ہونا چاہتی ہے۔

زیرنظر تصنیف میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات سے فقط سو (100) کے لگ بھگ احادیث پیش کی جا رہی ہیں جس سے انسانی زندگی کے بہت سے گوشے منور کرنے کے لیے رہنمای زریں اصول موجود ہیں تاکہ تھوڑے سے وقت میں آداب زندگی سے آگاہ ہو کر دنیوی و اخروی سعادتوں کو حاصل کر پائیں۔ ان احادیث کو یکجا کرنے کا سہرا جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کے سر ہے جنہوں نے نہایت عرق ریزی سے یہ سارا کام سرانجام دیا ہے۔ تاکہ عوام چند نشتوں میں قیمتی معلومات سے آگاہ ہو کر اپنی زندگی کی راہوں کو منور کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ: عصر حاضر کے تناظر میں مضمون کی افادیت کے پیش نظر ایک قیمتی مقالہ بعنوان ”نبی کریم ﷺ کی تعدد از واج کی حکمتیں“، کو شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

سعید احمد صدیقی (ایم اے)
صدیقی پبلی کیشن لاهور

قرآن حکیم کی روشنی میں ازدواج مطہرات کا اعلیٰ وارفع مقام

قرآن حکیم کا بڑا پیار اور عمدہ اسلوب ہے کہ وہ احکام بیان کرنے سے قبل فکری تطہیر کرتا ہے تاکہ صاف اور شفاف ذہن کے ساتھ احکام کی تعمیل آسان ہو جائے۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ازدواج مطہرات کے عظیم اور مثالی اعزاز کے ذکر اور ان کی عظمت و فضیلت کے تفصیلی بیان سے قبل فکری تطہیر فرمائی گئی ہے اور سورہ کریمہ کا آغاز اس ارشاد رباني سے ہوتا ہے:

﴿يَا يَهَا النَّبِيُّ اتقِ اللَّهَ وَلا تطعُ الْكُفَّارِينَ وَالْمُنْفَقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

عَلِيهِما حَكِيمًا وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفِى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ (۱)

”اے نبی (مکرم ﷺ) (حسب سابق) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے

اور نہ کہنا مانیے کفار اور منافقین کا بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانے والا، بڑا

دانا ہے اور پیروی کرتے رہیے جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی طرف آپ

کے رب کی جانب سے یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اس سے

اچھی طرح باخبر ہے اور (اے محبوب) بھروسہ رکھیے اللہ پر اور کافی ہے

اللہ تعالیٰ (آپ کا) کار ساز“

عہدِ جاہلیت کی دو قبیح رسوم کا ذکر کر کے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا

حکم دیا جا رہا ہے۔ (ان دونوں کا ذکر اپنے مناسب مقام پر تفصیل سے کیا جائے گا۔) بعد ازاں حضور ﷺ کی شان و عظمت کو بیان کیا جا رہا ہے تاکہ اس امر سے آگاہی فرمادی جائے کہ ان مثالی ازدواج طاہرات کی نسبت زوجیت کتنی عظیم اور مثالی شخصیت سے ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (۲)

”نبی (مکرم ﷺ) مونوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔“ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی اپنی امت کے لیے کس قدر شفیق اور مہربان ہے اس کا اندازہ درج بالا ارشاد خداوندی سے کیجیے۔ ہر شخص کو اپنی جان زیادہ عزیز ہوتی ہے لیکن حضور ﷺ کا لطف و کرم اور آپ کی شفقت و عنایت اور رحمت و رافت کا حال یہ ہے کہ حضور ﷺ مونوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔ اس مؤثر اور دلنشیں تمہید کے بعد ازدواج مطہرات کا لافانی اور مثالی اعزاز کا ذکر کیا جا رہا ہے:

﴿وَإِذَا وَاجَهُهُمْ﴾ (۳) ”اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

تاکہ مونین اپنی پاک ماوں کا احترام جسمانی ماوں سے بھی بڑھ کر بجا لائیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ازدواج مطہرات ان کے لیے اسی طرح حرام ہیں جس طرح ان کی حقیقی مائیں حرام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور ان کا یہ اعزاز قیامت تک برقرار رہے گا۔ یہ لافانی و لا ثانی اعزاز صرف ازدواج نبی ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔ دنیا میں کسی اور کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔

ازدواج مطہرات کے اسی شرف و عظمت کو مونوں کے دلوں میں رانخ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عظیم مرتبے کو متعدد اور مسلسل آیات میں مختلف پہلوؤں سے اجاگر کیا ہے۔ ان میں سے ہر آیت بلکہ اس کا ہر ہر جزو معانی و مطالب کی ایک دنیا اپنے

اندر سمئے ہوئے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا يَهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا زَوْاجٌ كَانَ كَنْتَنَ تَرْدَنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ

زَيْنَتْهَا فَتَعَالَى إِنْ أَمْتَعَكَنْ وَ اسْرَ حَكَنْ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ (۲)

”اے نبی (مکرم ﷺ) آپ فرمادیجیے اپنی بیویوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش (و آسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال و متعاع دے دوں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں۔“

سورہ احزاب کی اس آیت کریمہ کے شانِ نزول پر مفسرین نے بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ غنائم اور خوشحالی کے موقع پر ازواجِ مطہرات نے اخراجات میں اضافے کا مطالبہ کیا۔ امہات المؤمنین کے اس مطالبے پر آپ نے ان سے ایک ماہ تک علیحدگی اختیار فرمائی۔ سورہ احزاب کی مذکورہ بالا آیات کے نزول کے بعد آپ نے بالا خانہ سے اتر کر سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو مخاطب فرمایا اور انہیں اپنے والد سے مشورے کے بعد دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنے کی پیشکش فرمائی لیکن مؤمنوں کی پاک ماں کی عظمت کو لاکھوں سلام کہ انہوں نے یہ بات سنتے ہی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سراپا سعادت ہو کر عرض کیا، کیا اس امر میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ بے شک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور دارالآخرت کو پسند کرتی ہوں اور حضور ﷺ کے جذباتِ ایمانی کے سامنے اپنی جائز آرزوؤں کی قربانی پیش کرتے ہوئے سرتسلیم خم کر دیا۔

حضور ﷺ نے یہی پیشکش دوسری ازواجِ مطہرات کے سامنے دہرائی۔ ان سب نے بے ساختہ بلا تردد فقر و فاقہ کی زندگی کو جس میں حضور ﷺ کی معیت اور خوشنودی حاصل ہو، اختیار فرمایا اور دنیوی لذتوں اور آسائشوں کو ٹھکراؤ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی نے ازواجِ مطہرات کے ان جذبات و احساسات کی قدر افزائی فرماتے ہوئے ان کے درجات کو اتنا بلند فرمایا کہ قیامت تک آنے والی نسلِ انسانی اور امتِ مسلمہ کو ان کی عظمت و شان سے متعلق یہ کہہ کر آ گا، ہی بخشی:

﴿يَنْسَاءُ النَّبِيِّ لِسْتَنَ كَاحِدٌ مِنَ النِّسَاءِ إِنْ أَتَقِيتُنَ فَلَا تَخْضُنَ﴾

بالقول فيطعم الذي في قلبه مرض و قلن قولًا معروفاً ﴿٥﴾
”اے پیغمبر کی بیویوں اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پر ہیز گار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کیا کرو تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی امید (نہ) پیدا کر لے اور ان سے دستور کے مطابق بات کیا کرو۔“

ازواجِ مطہرات کے ایثار و قربانی کے ان جذبات اور عمل میں آنے والی نسلِ انسانی کی خواتین کے لیے ایک روشن سبق ہے کہ وہ بھی شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں اور دنیوی آرزوؤں کی پیروی میں نمود و نمائش اور دورِ جاہلیت کی آرائش و زیبائش کو معمول نہ بنائیں بلکہ قلبی سکون و طہانیت کے حصول کا طریق اختیار کریں اور پسندیدہ طریق بھی بتلا دیا:

﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ وَاتِّينِ الزَّكُوَةَ وَاطْعُنِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ﴿٦﴾

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی۔“

زندگی کے اس دورا ہے پر صحیح سمت قدم اٹھانے میں حکمت کے پہلو کو بھی بیان فرمادیا:

﴿إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيَنْهَا عَنْكُمُ الرِّجَسُ أَهْلُ الْبَيْتِ وَيَطْهِرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ﴿٧﴾

”اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے

گھروالو اور اللہ تم کو خوب اچھی طرح طہارت و پاکیزگی عطا فرمائے۔“
قرآن حکیم میں بھی مذکور ہے کہ ازواج کا شرف زوجیت اللہ تعالیٰ کی منظوری
سے ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَنَا أَحْلُّنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ﴾ (۸)

”اے پغمبر ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں حلال کر دی ہیں۔“
قرآن حکیم نے ازواج کی عظمت کو اور اجاگر کرنے کے لیے نسبی ماوں کی
حرمت کی طرح ان سے نکاح کرنا بھی دائمی حرمت قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تؤذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا إِنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ

بعدِهِ إِبْدَا أَنْ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ (۹)

”اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں
اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد
کبھی۔ بے شک ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔“

قرآن حکیم نے ازواج مطہرات کے شرف اور عظمت کو بیان کرتے ہوئے
انہیں مسلمان عورتوں سے دو گناہ جر عطا فرمانے کا ذکر کیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يَقْنَتْ مِنْكُنْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نَوْتَهَا أَجْرُهَا

مرتین و اعتدنا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾ (۱۰)

”اور جو تم میں سے فرمانبردار بن گئی۔ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی
اور نیک عمل کرتی رہی تو ہم اس کو اس کا اجر بھی دو چند دیں گے اور ہم
نے اس کے لیے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے۔“

قرآن حکیم نے ازواج مطہرات کی شرف زوجیت کا احساس دلاتے ہوئے

تادیباً یہ بھی بتایا:

﴿مِنْ يَاتٍ مُنْكِنٍ يَفْحَشَةً مُبَيِّنَةً يَضْعُفُ لَهَا الْعَذَابُ ضَعَفِينَ وَكَانَ

ذلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾ (۱۱)

”جس کسی نے تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی کی تو اس کے لیے عذاب کو دو چند کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔“

ازدواج مطہرات کو تادیباً یہ بھی اشارہ فرمادیا گیا کہ شرف زوجیت حضور ﷺ کی عظمتوں کے حوالے سے ہے اور اگر تم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے آداب بجالانے میں کسی قسم کی کمی روا رکھی تو آپ ﷺ کا عظیم پروردگار یہ شرف دوسری عورتوں کو عطا فرماسکتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿عَسَىٰ رَبُّهُ أَنْ طَلِقَكُنَّ أَنْ يَبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مُنْكِنٍ مُسْلِمٍ

مُؤْمِنٍتٍ قَانِتَاتٍ عَبْدَاتٍ سَجَّحَتْ ثَيَّبَتْ وَابْكَارًا﴾ (۱۲)

”بعید نہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ تم سب بیویوں کو طلاق دے دیں تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدالے میں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہوں پھر مسلمان، با ایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، عبادت گزار اور روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔“

سورۃ نور میں ان کی عظمت کو یہ فرمایا کہ اور اجاگر کیا:

﴿الْطَّيِّبَاتِ لِلطَّيِّبِينَ وَالْطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولُكَ الْمَرْءَنَ مَمَّا

يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (۱۳)

”پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں ان کا دامن پاک ہے، ان باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور رزق کریم۔“

ازدواج مطہرات کا یہ اعزاز عارضی اور وقتی نہیں، غیر معبر اور غیر مستقل نہیں۔

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں، قیامت کب ہوگی کسی کو معلوم نہیں۔ قیامت تک آنے والی قوموں اور نسلوں میں اربوں مسلمانوں کی وہ قابل احترام مائیں قرار دی جا چکی ہیں اور یہ اعزاز عطا کرنے والا کون ہے وہ ملیک مقتدر جو اس ناقابل ادراک حد تک دور دور تک پھیلی ہوئی وسیع اور بے کران کائنات کا خالق و مالک ہے۔

یہ کتنا بڑا اعزاز ہے جسے عظیم کتاب قرآن حکیم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے فرزندانِ توحید اپنی ماوں کی قدر و منزلت اور عظمتوں سے آگاہ ہو کر ان کا صحیح احترام بجا لائیں۔ مومنوں کی وہ پاک مائیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت رسول ﷺ کے لیے وقف کرنے کو اپنے لیے سعادت تصور کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کے مشن کے فروع اور ترویج میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

حواله جات

- ١- الاحزاب/٣١
- ٢- ايضاً/٦
- ٣- ايضاً
- ٤- ايضاً/٢٨
- ٥- ايضاً/٣٢
- ٦- ايضاً/٣٣
- ٧- ايضاً
- ٨- ايضاً/٥٠
- ٩- ايضاً/٥٣
- ١٠- ايضاً/٣١
- ١١- ايضاً/٣٠
- ١٢- التريم/٥
- ١٣- النور/٢٦

137155

حدیث، سیرت اور تاریخ کی روشنی میں ازدواجِ مطہرات کا اعلیٰ و ارفع مقام

انسانیت کے سب سے بڑے معلم اور محسن رسول عربی ﷺ کے مثالی خصائص کا جائزہ لیں تو جہاں آپ نے فکر و نظر کا عظیم انقلاب برپا کیا اور انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنمای رہیں اصول عطا فرمائے، وہاں آپ کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے فیضانِ تربیت سے صحابہ کرامؐ کی ایسی جماعت تیار فرمائی جو آپ کی ہدایت پر روش ستاروں کی صورت میں چمکی۔ صحابہ کرامؐ کے ساتھ ساتھ صحابیات کے ذہن و قلب میں انقلاب بھی حضور ﷺ کی تعلیمات سے آیا۔ صحابیات میں سب سے بڑھ کر یہ فیض ازدواجِ مطہرات کے حصے میں آیا۔ جنہوں نے شبانہ روز حضور ﷺ کی معاشرت زہد و عبادت آپ ﷺ کے معمولات اور اوراد و ظائف، آپ ﷺ کے شتمل اور آپ ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ و اوصاف پسندیدہ کا قریب سے مشاہدہ کیا اور منزلی زندگی میں حضور ﷺ کے ارشادات کو توجہ سے سنا۔ حالات کے پس منظر میں صحیح طور پر ان کا فہم و ادراک کیا اور ان پر عمل پیرا ہوئیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازدواج کو ایک ایسا مثالی دینی ماحول عطا فرمایا جس سے ان کی روحانی و ذہنی و قلبی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔ یہ آپ ﷺ کے فیضانِ تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ اطاعتِ رسول ﷺ خلوص و جانشاری، فیاضی و سخاوت اور تقویٰ و طہارت جیسی اعلیٰ صفات نے ازدواجِ مطہرات کو اخلاق و کردار کے اعلیٰ و ارفع

مقام پر فائز کر دیا۔ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں ازواجِ مطہرات کے اخلاق و کردار کے حوالے سے بہت سارے واقعات موجود ہیں، جو ان کے اعلیٰ وارفع مقام پر شاہد ہیں۔

ان میں سے چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں:

قریش مکہ کی اذیتِ رسانی پر شعبابی طالب میں تین سالہ دور انتہائی کٹھن اور دشوار گزار تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنے شوہر نامدار اور محبوب آقا کی خاطر پریشان کن اور انتہائی صبر آزمادور میں جس صبر و استقامت، ثابت قدمی اور جذبہ جان ثاری کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ انسانی میں ایک روشن مثال ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے اس جذبہ جان ثاری نے انہیں جس مقام پر فائز کیا وہ صحیح بخاری کی درج ذیل روایت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ جبرائیل امینؑ نے آنحضرت سے عرض کی کہ خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں، آپ ان کو اللہ کا اور میرا سلام پہنچا دیجیے۔ بخاری شریف کی اس حدیث کے آخری حصے کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَبِشْرُهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصْبٍ، لَا صَحْبٌ فِيهِ وَلَا نَصْبٌ﴾ (۱)

”او ز انہیں جنت میں خالص مرداری کے ایک محل کی بشارت دیں جس میں کسی قسم کا رنج و الم نہیں۔“

ازواجِ مطہرات کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی ذات تمام لوگوں سے زیادہ مقدم تھی۔ حضرت ام جبیہؓ کے جوشِ ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے۔ وہ مشرکین مکہ کے سردار اور سپہ سالار ابوسفیان کی بیٹی تھیں جو حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی اور عداوت میں پیش پیش تھے۔ وہ نعمتِ ایمان سے مشرف ہونے سے قبل فتح مکہ سے پہلے مدینہ منورہ میں اپنی بیٹی کے گھر انہیں ملنے کے لیے آتے ہیں۔ سیدہ ام جبیہؓ حضور ﷺ کے شرفِ زوجت سے مشرف ہو چکی تھیں۔ بیٹی اپنے والد کا بصدق احترام استقبال کرتی ہے۔ ایک چارپائی پر نظیف بستر بچھا ہوا ہے ابوسفیان اس پر بیٹھنے لگتے ہیں تو بیٹی فوری طور پر بستر پیٹ دیتی

ہے۔ ابوسفیان سخت براہم ہوئے کہ بچھونا اس قدر عزیز ہے: بولیں! یہ آنحضرت ﷺ کا فرش ہے اور آپ مشرک ہیں اور اس بناء پر ناپاک ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ تو میرے پچھے بہت بگڑگئی ہے۔ (۲)

بعد میں حضرت اُمّ جبیبہؓ کے جوشِ ایمان کا یہ اثر رنگ لایا اور ابوسفیان نعمتِ اسلام سے مالا مال ہوا۔ حضرت سودہؓ کا جذبہ اطاعت مثالی تھا۔ حضرت سودہؓ کے جذبہ اطاعت رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سعید النصاری تحریر کرتے ہیں:

”اطاعت اور فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں۔ آپ نے ججۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مناسب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلیں فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔“

حضرت سودہؓ کی خوشنودی رسول ﷺ کے حصول کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں:

”ظرافت اس قدر تھی کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ہنس پڑتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی آپ نے (اس قدر دیر تک) رکوع کیا کہ مجھ کو نکسیر پھوٹنے کا شبہ ہو گیا اس لیے میں دیر تک ناک پکڑے رہی۔ آپ اس جملہ کو سن کر مسکرا اٹھے۔“

علامہ زرقانی کا حضرت سودہؓ کے اس جذبہ اطاعت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿وَكَانَتْ شَدِيدَةُ الاتِّبَاعِ لِأَمْرِهِ ﷺ﴾ (۳)

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق:

﴿فَكُنْ كَلِهْنِ يَحْجَجْنَ إِلَّا زَيْنَبْ وَ سُودَةَ بْنَتْ زَمْعَةَ فَكَانَتَا تَقُولَانِ﴾

والله لاتحر کنا دابة بعد ان سمعنا ذلک من رسول الله ﷺ (۲)

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر بیٹھنا۔

آپ کے فیضانِ تربیت سے ازواج مطہرات کا جذبہ جود و سخا بھی مثالی تھا۔ وہ بیش از بیش ناداروں اور محتاجوں کی اعانت فرماتیں اور خود حضور ﷺ کے نقش قدم پر گامزن ہو کر فقر و فاقہ سے گزر بسر کرتیں اور روحانی حلاوت حاصل کرتیں۔ حدیث اور سیرت کی کتب ان کی فیاضی و فراغدی، سخاوت اور ایثار کے واقعات سے معمور ہیں۔

حضرت عائشہ کا سب سے نمایاں وصف جود و سخا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ بخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ابن زبیر نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درهم بھیج تو شام ہوتے ہوئے سب خیرات کر دیئے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ تھا۔ لوئڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا! پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا۔ (۵)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ چونکہ فقراء اور مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھایا کرتی تھیں، اس لیے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہو گئیں۔ (۶)

ازواج مطہرات میں حضرت زینب بنت جوش نہایت فیاض تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے چڑے کی دباغت کرتی تھیں اور جو کچھ آمدی اس سے ہوتی تھی مساکین کو دے دیتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہو گا وہ مجھ سے پہلے ملے گا۔ اس بناء پر ازواج مطہرات اپنے ہاتھوں کو ناپتی تھیں۔ حضرت زینب کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے فیاضی مراد تھی۔ (۷)

حضرت صفیہؓ بھی سیر چشم اور فیاض واقع ہوئی تھیں چنانچہ جب وہ ام المؤمنین بن کر مدینہ آئیں تو حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو اپنے سونے کی بجلیاں تقسیم کیں۔ (۸) زہد و عبادت اور تقویٰ و طہارت سے جہاں روحانی سکون و طمانتی حاصل ہوتی ہے وہاں دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت کے جذبے کو بھی جلا ملتی ہے تاکہ ایمان و ایقان کی لذتِ جو عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے دوسرے لوگ بھی اس سے بہرہ یاب ہوں۔ چنانچہ حدیث و سیرت کی کتابوں میں جہاں ازواج مطہرات کے تقویٰ و طہارت اور نفلی عبادت کا تذکرہ ملتا ہے وہاں یہ بھی مسلمہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے دین کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم، موثر اور بھرپور کردار ادا فرمایا۔ ازواج مطہرات کے زہد و عبادت اور تقویٰ و طہارت سے متعلق بکثرت واقعات احادیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضرت جبرائیل امین نے حضرت حفصہؓ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

﴿فَانْهَا قَوَامَةُ صَوَامِةٍ وَانْهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ﴾ (۹)

”حضرت حفصہؓ عبادت میں مشغول رہنے والی اور روزے کی پابند ہیں وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی۔“

امام ترمذیؓ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے حضرت جویریہؓ کے زہد و تقویٰ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ صبح کے وقت حضور ﷺ حضرت جویریہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ مصلے پر بیٹھی عبادت میں مصروف تھیں۔ چاشت کے وقت حضور ﷺ پھر ان کے حجرے میں تشریف لے گئے وہ اس وقت بھی مصلے پر بیٹھی تھیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا تم صبح سے اس طرح مصروف عبادت ہو۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات زبان سے ادا کیے ہیں، اگر ان کا تمہارے اتنے وقت کے اوراد کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ تمہارے اوراد سے بھاری نکلیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدْدُ خَلْقِهِ وَرَضْيُ نَفْسِهِ وَزَنَةُ عَرْشِهِ وَ

مَدَادُ كَلْمَاتِهِ﴾ (۱۰)

ازوائِ مطہرات کے مثالی کردار اور ان کی اعلیٰ روحانی و اخلاقی تربیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ بجائے باہمی حسد و رقابت سے کام لینے کے ان میں باہمی خیر سگالی کے جذبات پیدا ہو چکے تھے۔ انسانی نفیات کے مطالعہ اور تجزیہ کرنے والے حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ شوہر کے لیے اپنی ایک سے زائد بیویوں میں خیر سگالی کے جذبات پیدا کرنے کتنے مشکل ہیں لیکن یہ توفیق الہی تھی اور حضور ﷺ کی تربیت کا فیضان کہ ازوائِ مطہرات میں باہمی سعادت و خیر سگالی کے جذبات موجز نظر آتے ہیں جن کی عکاسی کے لیے ازوائِ مطہرات کے مختصر اچندا قول پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت ام سلمہ زینب بنت جوش کے متعلق فرماتی ہیں:

﴿كَانَتْ زَيْنَبُ صَالِحَةً صَوَامِةً قَوَامَةً﴾ (۱۱)

”حضرت زینب نیک خُروزہ دار اور نماز گزار ہیں۔“

۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ کی سیرت، دین سے وابستگی اور بھلائی کے جذباتِ سعادت کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

”سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی ہے۔“ (۱۲)

۳۔ حضرت میمونہؓ کے تقویٰ و طہارت و رزہ و عبادت کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

”میمونہ خدا سے بہت ڈرنے والی اور صلح رحمی کرنے والی تھیں۔“ (۱۳)

قرآن حکیم، احادیث طیبہ اور سیرت و تاریخ کی کتب میں ازدواجِ مطہرات کے مثالی کردار کا بڑے اہتمام سے ذکر ہوا ہے۔ ازدواجِ مطہرات جہاں زہد و عبادت، تقویٰ و طہارت، جود و سخا، حب رسول ﷺ، اطاعتِ رسول ﷺ اور خدمتِ رسول ﷺ کے جذباتِ سعادت سے معمور تھیں، وہاں ان کی عظمت و کردار کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام کے نورانی پیغام کو نہ صرف مسلم خواتین تک بلکہ صحابہ کرام اور تابعین تک پہنچاتی رہیں اور انہوں نے اپنے حلقة اثر میں اور اپنے خاندان والوں کو اسلام کی ترغیب دینے میں بھرپور کردار ادا فرمایا اور ان کے ذریعے سے مشرف بہ اسلام ہونے والے لوگوں نے تاریخ اسلام میں بڑا نام اور مقام حاصل کیا اور یوں اسلام کی نورانی کرنیں خاندانوں اور قبیلوں تک پھیلتی چلی گئیں۔

حواله جات

- ١- بخاري، ابو عبدالله محمد بن اساعيل، الجامع الصحيح، باب تزويج النبي، خديجه وفضله، ١٣٨٩/٣ دار ابن كثير، بيروت ١٩٩٠ء.
- ٢- ابن سعد، محمد بن سعد منيع الزهرى، الطبقات الکبرى، ٢٩٢/٨، دار صادر، بيروت، بـت.
- ٣- الزرقانى، محمد بن عبدالباقي، شرح الزرقانى على المواهب، ٣٨٠/٣، دار الکتب العلمية، بيروت ١٩٩٦ء.
- ٤- ابن سعد، الطبقات، ٢٧٠/٨، شرح الزرقانى، ٣٨٠/٣.
- ٥- الطبقات الکبرى، ٣٧٦/٨، المستدرک على الصحيحين، كتاب الصحابة، ذكرام المؤمنين، عائشة بنت أبي بكر الصديق، ٣٨١/٣: شرح الزرقانى، ٣٩٠/٣.
- ٦- شرح الزرقانى، ٣١٦/٣.
- ٧- مسلم ابن الحجاج القشيري، الجامع الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ام مسلمة ام المؤمنين، ١٣٣/٣ دار الفكر، بيروت.
- ٨- شرح الزرقانى، ٣٣٥/٣.
- ٩- شرح الزرقانى، ٣٩٥/٣.
- ١٠- سنن الترمذى، باب جامع الدعوات، ١٧٩/٣، شرح الزرقانى، ٣٢٨/٣.
- ١١- شرح الزرقانى، ٣١٣/٣.
- ١٢- الطبقات الکبرى، ٢٦٩/٨: شرح الرزاقى، ٣٨٠/٣.
- ١٣- الطبقات الکبرى، ١٣٨/٨.

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا ممتاز علمی مقام

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اپنی فہم و فراست اور عقل و بصیرت اور تفہم فی الدین کی خصوصیات سے حضور ﷺ کی خصوصی طور پر منظور نظر تھیں۔ خود حضور ﷺ نے بھی اس کا ذکر فرمایا اور صحابہ کرام بھی اس امر سے واقف تھے۔

حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿فضل عائشہ علی النساء كفضل الشريد علی الطعام﴾ (۱)
”حضرت عائشہؓ“ کو دیگر عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو شرید کو طعام پر حاصل ہے۔

مولانا سعید النصاری امام زہری کی ایک روایت کا ذکر کرتے ہیں:

﴿لوجمع علم الناس كلهم ثم علم ازواجه النبي ﷺ فكانت عائشة وسعهم علماء﴾ (۲)

”اگر تمام لوگوں کا اور امہات المؤمنینؓ کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا۔“

حضرت عائشہؓ کے علمی مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا موصوف تحریر کرتے ہیں:

”وہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیتی تھیں اور اکابر صحابہ پر انہوں نے جو دیقق اعتراضات کیے ہیں ان کو علامہ سیوطیؓ نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے اس رسالہ کا نام ”عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشة علی الصحابة“۔ (۳)

حضرت عائشہؓ تملکت یں صحابہ میں داخل ہیں، ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مردی ہیں۔
جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری حضرت عائشہؓ کے علمی و ادبی فضائل پر مبسوط
تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت عائشہؓ صدیقہؓ کی اس علمی شان کو دیکھ کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ
کرامؓ کو حکم دیا تھا:

﴿خذوا نصف دینکم عن هذه الْحَمِيراء﴾ (۲)

”اپنے دین کا نصف علم اس حمیراء یعنی حضرت عائشہؓ صدیقہؓ سے سیکھو۔“
صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جس روز حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ہاں
شب بر کرنا ہوتی تو وہ ہدیے بھجواتے۔

﴿كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهِدَايَا هُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُونَ بِذَلِكَ
مَرْضَاهَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ (۵)

”لوگ جستجو میں رہتے اور جس روز حضرت عائشہؓ کے ہاں حضور ﷺ کا
قیام ہوتا تو وہ اپنے ہدیے اور تخفے بھجواتے۔ ان کا مقصد حضور ﷺ کی
خوشنودی کا حصول ہوتا۔“

حضرت ابو ہریریہؓ نے ایک فتویٰ دیا کہ اگر کوئی شخص ناپاک حالت میں ہے اور
صحیح ہو گئی تو اس کا روزہ درست نہ ہوا۔ لوگوں نے اس فتوے کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کیا تو
انہوں نے وضاحت فرمائی کہ اس حالت میں روزہ رکھنا درست ہے اور بعد میں غسل کر
سکتا ہے اور نماز فجر ادا کر سکتا ہے۔ جب حضرت ابو ہریریہؓ کو حضرت عائشہؓ کی یہ وضاحت
بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا:

﴿عَائِشَةَ أَمْيَ وَ هِيَ أَعْلَمُ﴾ (۶)

”عائشہؓ میری ماں ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ علم رکھنے والی ہیں۔“

سیرت و تاریخ کی کتب سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اور ایک
ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کا وصول حجرہ عائشہ میں ہوا۔ ام المؤمنین اسے اپنے
لیے سرمایہ فخر و سعادت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:

﴿قُبْضَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْفَضْلُ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَعَلَى صَدْرِي وَ
مَضْغُطٌ لِهِ السَّوَاكُ فَجَمِعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقَهِ﴾ (۷)

”رسول اللہ ﷺ کی رحلت میرے گھر میں ہوئی اور اس روز حضور ﷺ نے
میرے ہاں ہی قیام فرمانا تھا۔ رحلت کے وقت حضور ﷺ نے
میرے جسم کا سہارا لے رکھا تھا میں نے اس آخری وقت میں ان کے
لیے مسواک کو نرم کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اعزاز بخشنا کہ میری چبائی
ہوئی مسواک انہوں نے اپنے دہن مبارک میں رکھی۔“

حضرت عائشہؓ کی تبلیغی و تربیتی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں
حمص کی رہنے والی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں۔ ام المؤمنین نے
ان سے پوچھا:

﴿مَنْ أَنْتُنَ؟ فَقَلَنْ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَقَالَتْ: لِعَلْكُنْ مِنْ الْكُورَةِ الَّتِي
تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَامَاتِ فَقَلَنْ: نَعَمْ﴾ (۸)

”تم کہاں سے آئی ہو انہوں نے جواب دیا، ہم ملک شام سے آئی ہیں
تو آپ نے فرمایا: ”شاید تم علاقے کی رہنے والی ہو جہاں عورتیں
حماموں میں جا کر غسل کرتی ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا ہاں۔“

تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جو
عورت اپنے کپڑے غیر پوشیدہ جگہ میں اتارتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کی مستحق ہو
جاتی ہے۔

بصہرہ کی رہنے والی عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ أَزْوَاجَكُنْ أَنْ يَغْسِلُوا أَثْرَ الْخَلَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعُلُهُ﴾ (۹)

”اپنے شوہروں کو کہو کہ وہ بیت الخلاء میں فراغت کے بعد پانی سے صفائی اور طہارت حاصل کیا کریں کیونکہ حضور ﷺ کا یہی معمول تھا۔“

حضرت ابن عمر سے استفسار کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا؟ تو انہوں نے کہا نہیں جب یہ بات ام المؤمنین تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:

﴿يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَقَدْ عِلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اعْتَمَرَ أَرْبَعًا أَحَدَاهُنَّ فِي حِجَّةِ الْوَدَاعِ﴾ (۱۰)

”اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے یہ مسلمه بات ہے کہ حضور ﷺ نے چار بار عمرہ فرمایا ایک ان چار میں سے وہ تھا جو حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔“

ایک صحابی نے سوال کیا:

﴿قُلْتَ لِعَائِشَةَ يَا امَّ الْمُؤْمِنِينَ! حَدَّثَنِي بِشَيْءٍ كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ يَقُولُ اللَّهُمَّ

اَنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمَلَتْ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ﴾ (۱۱)

”میں نے عرض کیا ام المؤمنین! مجھے کوئی ایسی بات بیان فرمائیں جو حضور ﷺ دعا میں کہا کرتے تو آپ نے ان کی روحانی تربیت فرماتے ہوئے جواب دیا کہ رسول کریم ﷺ بارگاہِ صمدیت میں یہ دعا کرتے: اے میرے معبود حقیقی! بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس شر سے جو مجھ سے سرزد ہوا اور ہر اس شر سے جو مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔“

حضرت عائشہ کی فصاحت و بлагوت:

قرآن حکیم میں دو عفیفہ اور پاکباز عورتوں پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ پہلی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم اور دوسری المؤمنین حضرت عائشہؓ اور اللہ تعالیٰ جو حق ہے جس سے بڑھ کر کوئی سچا ہونے کا تصور نہیں کر سکتا جس کی گواہی اور شہادت سے بڑھ کر کوئی سچی گواہی ممکن ہی نہیں، اس خالق کائنات مالک کائنات رب کائنات اور علیم و خیر آقا و مولا جل شانہ نے اپنے فضل عظیم سے اس تہمت کو دونوں کے بارے میں بہتان عظیم قرار دیا۔ سورہ نساء میں یہود کے جرائم کی فہرست بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرِيمَ بِهَتَانَا عَظِيمًا﴾ (۱۲)

ام المؤمنین کے بارے میں سورہ نور میں ارشاد باری ہے:

﴿وَلَوْلَا أَذْسِمْعَتُمُوهُ قَلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا إِنْ نَتَكَلَّمْ بِهَذَا سِبْحَنَكَ هَذَا بِهَتَانٍ عَظِيمٌ﴾ (۱۳)

”اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایان نہیں کہ ایسی بات زبان پر لا جائیں۔ (پروردگار) تو پاک ہے یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔“

ام المؤمنین جیسی پاکباز اور عظیم ہستی پر بہتان عظیم باندھا گیا تو ذرا چشم تصور سے کام لیجیے کہ آپ پر کیا گزری ہوگی۔ ام المؤمنین کے اپنے الفاظ میں جو فصاحت و بлагوت کا آئینہ ہیں اس کی جھلک ملاحظہ کیجیے۔

﴿فَبَكَيْتَ تِلْكَ الْلَّيْلَةَ لَا يَرْقَأُ لَى دَمْعٍ وَلَا اِكْتَحَلْ بِنُومٍ ثُمَّ

اصبحت ابکی﴾ (۱۴)

”پس اس رات روئی رہی آنسوؤں کی برسات جاری رہی، میں نے نیند

کا سرمه تک آنکھوں کونہ لگایا اور میں نے روتے روتے صح کی۔“
مولانا سعید النصاری لکھتے ہیں:

”ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فضح اللسان تھیں۔“
ترمذی میں موسی بن طلحہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

﴿ما رأيت أفصح من عائشه﴾ (۱۵)

”میں نے عائشہ سے زیادہ کسی کو فضح اللسان نہیں دیکھا۔“

واقعہ افک:

مند عائشہ میں واقعہ افک صفحات ۱۰۵ تا ۱۱۰ اور ۱۱۷ تا ۱۲۰ پر مفصل بیان ہے۔
مفسرین کرام نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس واقعہ کو درج کیا ہے اور اس بہتان عظیم جس کا
رد خود علیم و خبیر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بیان فرمادیا اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرتے
ہوئے ام المؤمنین کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔

محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ”مند عائشہ“ کے عنوان سے
بنجاب یونیورسٹی نے شائع کیا۔ اس میں حضرت عائشہ سے مردی ۱۱۳۸ احادیث سند کے
ساتھ مذکور ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے ۱۰۰ (ایک سو) صفحات پر مشتمل دو سے سے زیادہ
راویوں کی فہرست ”فهرس اسماء الرواۃ“ کے عنوان سے تحریر کی ہیں اور فن حدیث کے
مروج اسلوب کے مطابق تحقیقی کاوش انجام دی ہے۔ مند عائشہ میں مذکور ان گیارہ سو سے
زاں احادیث میں فقط چند احادیث کی اشاراتی جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے ام المؤمنین
حضرت عائشہ سے مردی احکام و مسائل کی اہمیت و افادیت کا اندازہ کرنا آسان ہوگا۔

تفصیلی مطالعہ کے لیے قارئین کرام براہ راست ”مند عائشہ“ سے علمی استفادہ
کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم کی تشریح و تفسیر:

صحابہ کرام، حضور ﷺ کی رحلت کے بعد، ام المؤمنین حضرت عائشہ سے قرآن حکیم کی آیات یا حضور ﷺ کے ارشادات کے بارے میں ان کے صحیح اور حقیقی معانی کی جستجو میں استفسار کرتے تو ام المؤمنین اپنی خداداد ذہانت اور حضور ﷺ کے فیضانِ تربیت سے ان کا شافی جواب بیان فرماتیں جس سے صحابہ کرام کو مسائل کے صحیح علم میں اطمینان حاصل ہو جاتا۔

ام المؤمنین سے سورہ نساء کی آیت ۱۸ کے حوالے سے استفسار کیا گیا کہ مرد و عورت یعنی بیوی میں باہمی صلح کی جواہازت دی گئی ہے اس سے مراد کون سی عورت ہے؟ ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا:

﴿أَنْزَلْتُ فِي الْمَرْأَةِ مَا كُنْتَ عِنْهَا فِي رِيدَانٍ
يَطْلُقُهَا وَيَتَزَوَّجُ بِغِيرِهَا فَتَقُولُ لَهُ: لَا تَبْطُلْنِي وَلَا تُمْسِكْنِي وَأَنْتَ
فِي حُلْ مِنَ النَّفْقَةِ وَالْقِسْمَةِ لِي فَإِنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: لَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَا أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا﴾ (۱۶)

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ملخص پیر جسٹس محمد کرم شاہ الا زہری کے الفاظ میں پیش کیا جا رہا ہے:

”بعض اوقات بیوی دائم المريض یا بانجھ ہوتی ہے اس کی شکل و صورت غیر پسندیدہ یا اس کا مزاج تند و تیز ہوتا ہے یا کبرسی کی وجہ سے مرغوب خاطر نہیں رہتی اور مرد چاہتا ہے کہ اسے طلاق دے دے اور کسی دوسری عورت سے شادی کر لے یا کسی کی دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک مذکورہ بالا وجوہات کے باعث اب اس کے لیے و بال جان بن گئی ہے اور وہ اسے

طلاق دینے کا ارادہ کر رہا ہے تو ایسے موقعوں کے لیے عورت کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کو اس کی جدائی پر ترجیح دیتی ہے تو اسے اجازت ہے کہ وہ اپنا مہر معاف یا کم کر کے اپنے حقوق زوجیت سے دوسری بیوی کے حق میں دست بردار ہو کر یا اپنے نفقة کے بار کو ہلکا کر کے خاوند کے ساتھ مصالحت کر لے تاکہ وہ اسے طلاق نہ دے۔ قرآن فرماتا ہے کہ جدائی اور افتراق سے بہر حال صلح ہی بہتر ہے۔“ (۱۷)

ذرا غور کیجئے، منزل زندگی میں سازگاری پیدا کرنے کے لیے یہ آیت کس قدر حکمت پر مبنی ہے اور ام المؤمنین کی تشریع نے اس وقت کے سائلین اور آنے والے مفسرین کے لیے کس قدر اطمینان بخش وضاحت فرمادی ہے۔

صحابہ کرام نے ام المؤمنین سے دریافت کیا کہ کیا رسول کریم ﷺ نے عید الاضحی کے موقع پر قربانی کے گوشت کو تین روز سے زیادہ مدت گزرنے کے بعد کھانے سے منع فرمایا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا قَالَ ذَلِكَ فِي عَامِ جَاعِ النَّاسِ فِيهِ فَأَرَادَ أَنْ يَطْعَمَ الْغَنِيَّ الْفَقِيرَ﴾ (۱۸)

”ام المؤمنین نے وضاحت فرماتے ہوئے بتایا کہ حضور ﷺ نے ایک خاص برس میں یہ ارشاد فرمایا تھا جب لوگ فاقہ زده تھے تو رحمت دو عالم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ امیر لوگ (تین روز تک گوشت کو ختم کرنے کے لیے) فقراء و مساکین کو کھلادیں۔“

گویا ام المؤمنین کی اس وضاحت سے عہد نبوی کے اس سال کے بعد سے لے کر آج تک اس امر کی اجازت ہے کہ قربانی کا گوشت تین روز سے زیادہ مدت تک استعمال میں لا یا جا سکتا ہے۔

ام المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے فہم قرآن کی بصیرت سے نوازا تھا

اس پر اپنے شوہر نامدار کے فیضان تربیت نے اسے مزید جلا بخشی۔ ایک روز حضرت عائشہؓ نے رسول کریم ﷺ سے آیت کریمہ کے بارے میں استفسار کیا:

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ إِقُولِ اللَّهُ أَعْزُوْ جَلَّ وَالَّذِينَ يُوتُونَ مَا أُتُوا وَ قُلُوبُهُمْ وَجْلَةٌ﴾

”سورہ المؤمنون“ آیت نمبر ۲۰ سے کیا وہ شخص مراد ہے جو شراب پیتا ہے، بدکاری کا مرتكب بھی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دی کے خوف سے اس کا دل لرز لرز جاتا ہے۔“ تو رسول کریم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

﴿لَا وَلَكُنَّهُ الرَّجُلُ يَصُومُ وَيَتَصَدِّقُ وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَخَافُ اللَّهَ﴾ (۱۹)

”آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزہ بھی رکھتا ہے، صدقہ و خیرات بھی کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا دل اللہ کے خوف سے لرز جاتا ہے۔“

سیرتِ مطہرہ:

وحی کا آغاز: ام المؤمنین حضور ﷺ کی وحی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ابتداء میں آپ کو رویا صالحہ (سچے خواب) نظر آنے لگے اور آپ ﷺ جو خواب دیکھتے تھے سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔ پھر حضور کو خلوت گزینی محبوب ہو گئی اور آپ ﷺ غار حراء میں عبادت کی لذت و حلاوت سے بہرہ یاب ہونے لگے جب تو شہ ختم ہو جاتا تو آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر نیاز ادو سامان لے جاتے حتیٰ کہ وحی کا آغاز ہوا اور آپ غار حراء میں تھے پھر حضرت جبریلؓ کے آنے، آپ کو اقرار کہنے اور آپ کا جواباً ما انا بقاری فرمانے کا مستقل واقعہ بیان کیا حتیٰ کہ آخر میں حضرت جبریلؓ نے آپ کو کہا:

﴿اقرأ باسم ربك الذي خلق حتى بلغ "علم الانسان مالم يعلم" قال فجئت خديجة فقلت زملوني فزملوني حتى ذهب عنى الروع﴾

”آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے سب کو پیدا فرمایا۔ انسان کو جنم ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اسی نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں خدیجہ کے پاس گیا اور کہا مجھے کپڑا اڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے چادر اڑھا دی حتیٰ کہ مجھے سکون و طہانیت حاصل ہو گئی۔“

ام المؤمنین نے اس موقع پر حضرت خدیجہؓ کے وہ الفاظ بیان کیے ہیں جو انہوں نے حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے حوالے سے بیان فرمائے:

﴿ابشر، فوالله لا يخزيك الله أبداً إنك لتصل الرحم وتصدق الحديث وتحمل الكل وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق﴾ (۲۰)

”آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صد رحمی کرتے ہیں، ہمیشہ حق گوئی سے کام لیتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہماں نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی دستگیری فرماتے ہیں۔“

حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو تھا ف:

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ، حضرت خدیجہؓ کا اکثر ذکر خیر فرماتے اور ”وان مما يذبح الشاة فيتبع بها صدائق خديجة يهديها اليهن“ (۲۱) ”حضور ﷺ اگر کوئی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو اس میں سے ضرور تھفہ اور ہدیہ بھجواتے۔“

واقعہ تحریر:

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ جب آیت تحریر نازل ہوئی (الاحزاب، ۲۸-۲۹) تو حضور ﷺ نے سب سے پہلے مجھے اختیار دیا کہ اگر دنیوی مال و دل اور زینت کی رغبت ہے تو تمہیں احسن طریق سے رخصت کر دوں اور اگر اللہ، اس کے رسول کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی چاہتی ہو تو (دنیا میں فقر و فاقہ کی زندگی گزارنی ہوگی) آخرت میں اللہ تعالیٰ نے نیکو کار عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے مجھے والدین سے مشورہ کرنے کی بھی تاکید فرمائی لیکن ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

﴿إِنِّي أَرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْدَارَ الْآخِرَةَ وَلَا أَسْتَأْمِرُ فِي ذَلِكَ أَبُوِي﴾ (۲۲)

”مجھے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور دار آخرت مطلوب ہے اور مجھے اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی قطعاً حاجت نہیں۔“

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور پھر دوسری ازواج طاہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور اپنی پیشکش و اختیار اور میرے جواب کا ذکر فرمایا۔ سب ازواج مطہرات نے وہی جواب دیا جو عائشہ نے دیا تھا۔

رحیم و کریم نبی ﷺ

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ایک یہودی بارگاہ رسالت میں داخل ہوا اور سلام کے

بجائے نازیبا الفاظ کہے حضور ﷺ نے جواباً فرمایا: ”وعلیکم“ میں نے چونکہ یہودی کی بات سن لی تھی اور اس کی نازیبا حرکت کو سمجھ گئی تھی اس کو جواب میں کہا: ”وعلیکم السلام واللعنة“ ”تم پر موت ہو اور ساتھ لعنت بھی“ تو حضور ﷺ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿يَا عَائِشَةَ إِعْلَيْكَ الرَّحْمَنُ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كَلَهُ﴾ (۲۳)

”اے عائشہ! تجھے خدا سے کام لینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب معاملات میں نرمی کو ہی پسند فرماتا ہے۔“

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات، پھر دوسری رات، پھر تیسرا رات، نماز تراویح ادا فرمائی۔ چوتھی رات آئی حتیٰ کہ مسجد بھر گئی اور جگہ نہ رہی تو حضور ﷺ باہر تشریف نہ لائے لوگ نماز نماز کی ندابند کرتے رہے لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے تو عمر بن الخطاب نے عرض کیا:

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْلَمُ النَّاسُ يَنْتَظِرُونَكَ الْبَارِحةَ فَلَمْ تَخْرُجْ فَقَالَ:

انه لم يخف على مكانهم ولكن خشيت ان تكتب عليهم﴾ (۲۴)

”یا رسول اللہ! گزشتہ کل لوگ آپ کا انتظار کرتے رہے لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کا ذوق و شوق مخفی نہیں لیکن مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں: ز تراویح ان پر فرض نہ کر دی جائے۔“

ام المؤمنین حضر ﷺ کی شان رحمت اور امت مسلمہ کے لیے ان کی شفقت و رافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الْبَلَى يَتَرَكُ الْعَمَلَ إِذَا يَعْمَلُ بِهِ وَهُوَ يُحِبُّ إِذَا

يَعْمَلُهُ مُخَافَةً إِذَا يَعْمَلُ النَّاسُ ذَلِكَ فِي فِرْضِ عَلَيْهِمْ﴾ (۲۵)

”رسول کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ بعض دفعہ کسی نیک عمل کو ترک فرمادیتے حالانکہ آپ کی آرزو یہ ہوتی کہ اس پر عمل کیا جائے

اس ڈر سے کہ اگر لوگوں نے (ذوق و شوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے) اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تو کہیں ان پر وہ عمل فرض نہ ہو جائے۔“

صاحب خلق عظیم:

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت اور کامل، جامع، روشن اور محفوظ ضابطہ ہدایت ہے جس میں فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے کی ترغیب اور رذائل اخلاق سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے اور ایک ایک خلق کا نام لے کر اس کے اپنانے اور اس سے مزین ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ ام المؤمنینؓ بیان کرتی ہیں کہ سعد بن ہشام نے ان سے رسول کریم ﷺ کے خلاق عالیہ کے بارے میں دریافت کیا:

﴿سأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ خَلْقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَمَّا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ﴾

فقلت بلى! فقالت فان خلقه كان القرآن ﴿۲۶﴾

”میں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین سے رسول کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو قرآن مجید نہیں پڑھتا؟ میں نے جواباً عرض کیا ہاں ضرور پڑھتا ہوں۔ تو ام المؤمنین نے فرمایا نبی رحمت تو قرآن حکیم میں جملہ بیان کردہ اخلاق کے حوالے سے خلق مجسم تھے۔“

ام المؤمنینؓ نے کتنی عمدہ لور سچی بات کہی جس کے بارے میں خود خداوند قدوس نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ﴾ ﴿۲۷﴾

”اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔“

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری نے اس کی مبسوط شرح بیان کرتے ہوئے اس کا

نحوہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”مقصد یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور ﷺ کا قبضہ ہے یہ سب سے زیادہ فرسان ہیں یہ سب مرکب ہیں۔ حضور ﷺ ان کے راکب اور شہسوار ہیں، اس لیے حضور ﷺ کو ان امور کے لیے کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ آفتاب ذات محمدی سے صفات محمدیہ اور کمالات احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹی رہتی ہیں۔“ (۲۸)

امت کے لیے شفقت و رحمت:

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بارگاہِ صدیت میں دعا کی:

﴿اللَّهُمَّ مِنْ رَفِيقٍ بِأَمْتَى فَارْفُقْ بِهِ وَ مِنْ شَقٍ عَلَى أَمْتَى فَشُقْ عَلَيْهِ﴾ (۲۹)

”اے میرے معبد حقیقی! میری امت کے ساتھ جوزمی سے پیش آتا ہے تو بھی اس پر زمی فرما اور جو میری امت پر مصیبت اور مشقت ڈالتا ہے تو اس پر بختی فرم۔“

صلاتۃ رسول ﷺ:

ایک صحابی نے ام المؤمنین سے صلاتۃ رسول ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو ام المؤمنین نے حضور ﷺ کا معمول بیان کیا:

﴿كَانَ يَرْقَدُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَ يَقُومُ آخِرَهُ﴾ (۳۰)

”حضور ﷺ رات کے پہلے حصے میں استراحت فرماتے اور آخری حصے میں قیام فرماتے۔“

کلامِ رسول ﷺ کا اسلوب:

رجیم و شفیق نبی کریم ﷺ کا انداز تکلم بھی مشتقانہ اور کریمانہ تھا، تاکہ صحابہ

پورے طور پر سن کر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں:

﴿کان کلام رسول اللہ ﷺ فصلًا يفهمه کل أحد ولم يكن
يسرد سرد کم هذا﴾ (۳۱)

”اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ صاف صاف اور نہ سبھر نہ سبھر کر گفتگو
فرماتے جسے ہر سننے والا آسانی سے سمجھ لیتا وہ تمہاری طرح تیزی اور
جلدی سے بات نہ کرے۔“

آسان اور قابل عمل دین عطا فرمانے والا روف و رحیم نبی ﷺ
ام المؤمنین حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے امت مسلمہ پر
آپ کے اس احسان عظیم کا ذکر فرماتی ہیں:

﴿وَلَا خِيرٌ بَيْنَ الْأَوْرَادِ إِلَّا أَخْذَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَأْتِيًّا﴾ (۳۲)

”حضور کو جب بھی دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ہمیشہ دونوں
میں سے آسان بات کو اختیار فرمایا۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔“

گویا روف و رحیم نبی کریم ﷺ ہمیشہ امت کے لیے آسانی ملحوظ رکھتے۔

وفات سے تھوڑا پہلے معمول بہ دعا:

سورہ نصر کا ایک نام سورہ تودیع بھی ہے یعنی الوداعی سورت کیونکہ سراج منیر
اپنی ضیاء پاش کرنوں کا نور پھیلا کر اپنے فرائض نبوت کو احسن طریق سے ادا کر کے اب
اپنے خالق حقیقی سے ملنے کے لیے بے تاب ہے۔

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں:

﴿کان رسول اللہ ﷺ يکثر ان يقول قبل موته، سبحانک

اللهم و بحمدك استغفرك و اتوب اليك، فقلت يا رسول الله! انك تکثر أن تقول هذا فقال قد جعل ذلك لي علامه في امتی "اذا جاء نصر الله والفتح....." (٣٣)

"رسول کریم ﷺ اپنی رحلت سے قبل اکثر یہ دعا کیا کرتے پاک ہے تو اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں، میں تجھ سے بخشش اور مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ (حضرت عائشہ کہتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اکثر یہی دعا کرتے رہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میری امت میں میری علامت بنادیا ہے۔"

رحلت کے وقت آخری الفاظ

ام المؤمنینؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے آخری الفاظ یہ تھے:
﴿وَهُوَ يَقُولُ: بِلِ الرَّفِيقِ الْأَعْلَى مِنَ الْجَنَّةِ﴾، قالت، فقلت له قد خيرت فاخترت. (٣٢)

"اور آپ کے مبارک ہونٹوں پر آخری الفاظ یہ تھے: "بلکہ جنت میں رفیق اعلیٰ۔"

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ کو اختیار دیا گیا (کہ دنیا میں مزید رہیں یا سفر آخرت اختیار فرمائیں) پس آپ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار فرمایا۔

حضور ﷺ کا مدفن:

صحابہ کرام کے مابین جب حضور ﷺ کی قبر کے بارے میں گفتگو ہوئی تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

﴿سمعت رسول الله ﷺ يقول: مامات نبی قط الا و دفن حيث

يقبض فح福州 الـه عند فراشه﴾ (٣٥)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کی روح جہاں قبض ہوتی ہے اسی جگہ اسے دفن کیا جاتا ہے چنانچہ لوگوں نے آپ کے بستر کے پاس آپ کی قبر کھودی۔“

رسولِ کریم ﷺ کی خصوصی عظمتیں:

قرآن حکیم میں حضور ﷺ کی خصوصی عظمتوں کا ذکر خود رب جلیل نے فرمایا ہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، کافتا للناس، للعالمین، نذیر اور سراج منیر جیسے اعزازات سے نوازا ہے۔ صحابہ کرام نے بھی اپنے مشاہدات میں حضور ﷺ کی خصوصی عظمتوں کا ذکر کیا ہے اور حدیث و سیرت کی کتب ان امور سے معمور ہیں۔ یہاں مندرجہ عائشہ سے فقط چند ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے امت پر رحمۃ و شفقت فرماتے ہوئے انہیں صوم و صال سے منع فرمایا:

﴿نهاهم رسول الله ﷺ عن الوصال، رحمة لهم، فقالوا: يا

رسول الله! انك تواصل، قال: انی لست کاحد کم انی

یطعمنی ربی و یسقینی﴾ (٣٦)

”رسولِ کریم ﷺ نے لوگوں کو صوم و صال سے منع فرمایا۔ دراصل ان پر شفقت و رحمۃ ملحوظ تھی، تو صحابہ نے اپنے ذوق و شوق کا مظاہرہ کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ خود تو صوم و صال پر عمل فرماتے ہیں تو حضور نے فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں ہوں، بیشک

میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“

گویا رب کریم حضور ﷺ کو ایک ایسی روحانی کیفیت سے سرشار فرمادیتے تھے کہ بھوک اور پیاس کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رحمت دو عالم ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

﴿هذا جبريل يقرأ عليك السلام، فقالت: وعليه السلام و﴾

رحمۃ اللہ و برکاتہ، یہ مالانری ﷺ (۳۷)

”اے عائشہ! یہ جبریل ہیں تمہیں سلام مسنون کہ رہے ہیں تو آپ نے (عائشہ نے) مسنون طریقے سے احسن طور پر سلام کا جواب ان الفاظ میں دیا اور ان (جبریل پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔ آپ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔“

ام المؤمنینؐ سے یہ استفسار کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ نے کوئی خاص دن کسی خاص عمل کے لیے مخصوص فرمار کھا تھا؟ مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرام بھی اس روحانی کیفیت ولذت سے بہرہ یاب ہوں تو آپ نے (ام المؤمنین) نے جواباً یہ کہا:

﴿فقالت: كان أحب الاعمال إليه ما داوم عليه صاحبه و ايمكم

يستطيع ما كان رسول الله عليه ي يستطيع﴾ (۳۸)

”ام المؤمنینؐ نے فرمایا: حضور ﷺ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر مداومت اور باقاعدہ پابندی اختیار کی جائے اور تم میں کون ہے جو وہ استطاعت رکھتا ہو جس کی حضور ﷺ استطاعت رکھتے تھے۔“

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنے معبود حقیقی کے حضور نماز ادا فرم رہے تھے کہ شیطان نے ناپاک جسارت سے کام لیتے ہوئے آپ پر اثر انداز ہونا چاہا:

﴿كَانَ يَصْلِي فَأَتَاهُ الشَّيْطَانُ فَاخْذَهُ فَصَرَعَهُ فَخَنَقَهُ فَقَالَ رَسُولُ

الله عَلَيْهِ السَّلَامُ، حَتَّى وَجَدَتْ بِرْ دَلْسَانَهُ عَلَى يَدِي وَلَوْلَا دُعَوةُ سَلِيمَانَ

لَا صَبَحَ مُوثِقاً حَتَّى يَرَاهُ النَّاسُ﴾ (٣٩)

”آپ حضورِ حق میں قیام فرماتھے کہ شیطان نے وسوسہ اندازی کی۔ آپ نے اسے پکڑا اسے چاروں شانے چت گرایا اس کا گلا گھونٹا پھر آپ نے فرمایا کہ اس کی زبان شدتِ الٰم سے باہر نکل پڑی اور اگر مجھے حضرت سلیمان کا لحاظ نہ ہوتا تو اس پر ایسی گرفت کرتا کہ لوگ اسے دیکھتے۔“

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ میرے ایک احتمال کو دور کرنے کے لیے رسول

کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿فَقَالَ: إِنَّهَا مِنَ الشَّيْطَانِ وَلَمْ يَكُنَ اللَّهُ يَسْلُطُهُ عَلَىٰ﴾ (٤٠)

”آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ عظیم سے شیطان کو مجھ پر کبھی تسلط نہیں دیا۔“

یعنی ربِ کریم کی رحمت واسعہ میرے شامل حال ہے کہ شیطان مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور کبھی بھی مجھ پر تسلط یا غلبہ حاصل نہیں کر پاتا۔

ام المؤمنینؐ نے ایک استفسار پر جواب دیا کہ حضور ﷺ کو اپنے جذبات پر

مثالی ضبط (Self Control) حاصل تھا۔

﴿فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمْلَكَكُمْ لِأَرْبَهِ﴾ (٤١)

”رسولِ کریم ﷺ تم میں سب سے بڑھ کر جذبات پر قابو اور ضبط رکھنے والے تھے۔“

حضرت جبریل علیہ السلام اکثر و بیشتر انسانی صورت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تھے لیکن بعض مواقع پر آپ اپنی اصلی اور کامل صورت میں بھی حضور ﷺ

کے سامنے ظاہر ہوتے، اسی قسم کے ایک موقع کا ذکر کرتے ہوئے ام المؤمنین فرماتی ہیں:

﴿قَالَ رأَيْتُ جَبْرِيلَ قَدْ تَهْبَطَ فَمَلَأَ بَيْنَ الْخَافِقَيْنَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ

سَنْدَسٌ مَعْلَقٌ فِيهِ اللَّؤْلَؤُ وَالْيَاقوْتُ﴾ (۳۲)

”حضرور ﷺ نے فرمایا: میں نے جبریل کو اترتے دیکھا تو مشرق اور مغرب دونوں ان کے وجود سے بھر گئے وہ باریک اور انتہائی نفیس ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے، جس میں سچے موتی اور یاقوت لٹک رہے تھے۔“

”عدل بین النساء“ کا وہ عدمِ النظر، فقید المثال اور ایسا مثالی نمونہ عمل حضور ﷺ نے قائم فرمایا، جس کی مثال تاریخ اسلام ہی نہیں پوری تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ جب سفر پر جاتے تو ہمیشہ اپنی ازواج کے مابین قرعہ ڈالتے، جس کے نام کا قرعہ نکلتا، اسے ساتھ لے جاتے، اپنی علالت میں بھی حضور ﷺ ازدواج کی باری کو ملحوظ رکھتے۔ مرض الموت میں آپ نے علالت کی شدت کو محسوس فرمایا چنانچہ ازدواج طاہرات کو حضرت عائشہ کے مجرے میں بلا بھیجا۔ ام المؤمنین بیان کرتی ہیں:

﴿فَاجْتَمَعُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَشْتَكِيْتُ وَلَا أُسْتَطِيْعُ أُنْ أُدُورُ

بِيْنَكُنْ فَإِنْ رَأَيْتُ أَنْ تَأْذِنَ لِي فَاكُونْ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَفَعَلَنَّ﴾ (۳۳)

”تمام ازدواج مطہرات حضرت عائشہ کے مجرے میں جمع ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مخاطب فرمایا۔ بے شک میری علالت شدت اختیار کر گئی ہے اور مجھے یہ استطاعت نہیں رہی کہ میں تمہارے پاس باری باری شب باشی کروں۔ پس اگر تم مناسب سمجھو اور مجھے اجازت دو تو میں عائشہ کے گھر میں نہ ہمارہوں۔ چنانچہ سب ازدواج طاہرات نے اس امر پر رضامندی کا اظہار کیا۔“

اجازت کا یہ عرصہ کتنی مدت پر محیط تھا اس ضمن میں مولانا سعید انصاری لکھتے ہیں:
”ربیع الاول ۱۱ھ میں آنحضرت نے وفات پائی۔ ۱۳ دن علیل رہے، جن میں ۸ دن حضرت عائشہؓ کے حجرے میں اقامت فرمائی۔“

مولانا موصوف حضرت عائشہؓ کے مناقب کے حوالے سے مزید بیان کرتے ہیں:
”حضرت عائشہؓ کے ابواب مناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ
ان کے حجرہ کو آنحضرت ﷺ کا مدفن بننا نصیب ہوا۔“ (۲۲)
حضرت عائشہؓ کی بیوگی کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:
”آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عائشہؓ نے ۳۸ سال بیوگی کی
حالت میں بسر کیے اس زمانہ میں ان کی زندگی کا مقصد واحد قرآن و
حدیث کی تعلیم تھا۔“ (۲۵)

قرآن حکیم وہ ضابطہ ہدایت ہے جس نے قیامت تک آنے والی نسل انسانی
کے لیے جملہ شعبہ ہائے حیات میں روشن اور رہنمائز ریں اصول کی نشاندہی کی ہے اور ایک
معتدل و متوازن نظام عبادات بھی عطا کیا ہے تاکہ رب کائنات جو معبود حقیقی ہے اس کی
بندوں کا اس سے رشتہ عبودیت مستحکم ہو سکے۔ بندہ و مولا کے اس رشتے کو سب سے زیادہ
استحکام ارکان اسلام سے ملتا ہے۔ جن میں سے شہادت تو حید و رسالت کے بعد سب سے
پہلا اور انتہائی اہم رکن جو دین کا ستون، معراج النبی کا عظیم تحفہ اور اس کی تسبیح و تقدیس
بیان کرنے کا موقع فراہم کرنے والی عبادت صلاۃ ہے۔ بعد ازاں صوم، حج اور زکوٰۃ کے
ارکان ہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صاف سترہ اور
نظیف دین ہے۔ انسانیت کے سب سے بڑے معلم رسول اکرم ﷺ نے طہارت اور
پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا ہے اور جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی وضو اور طہارت کو

قرار دیا ہے تاکہ مومن مرد اور عورتیں اپنے رب کریم کے حضور جب سجدہ ریز ہوں تو پاک اور صاف ستری حالت میں ہوں۔ کیونکہ جسمانی پاکیزگی اور طہارت جذبات و احساسات میں بھی پاکیزگی پیدا کرتی ہے اور عبادت میں لذت و حلاوت پیدا کرتی ہے۔

ایصالِ ثواب:

اس کائنات ارضی پر کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے موت کا مزہ نہ چکھنا ہوا۔ انسان کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ ایک روز اسے دارفانی سے رحلت اختیار کرنی ہے۔ موت و حیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ موت کسی کی عمر، صحت، مصلحت نہیں دیکھتی۔ وقت مقررہ پر ملک الموت روح قبض کر لیتا ہے اور انسان کے اعمال کا سلسلہ فوری منقطع ہو جاتا ہے۔ اسلام دین رحمت ہے کہ مرحومین اور رفتگان کے لیے دعا کا ہر نماز میں اہتمام رکھا گیا تاکہ زندہ لوگ اپنے مرحومین اور امت مسلمہ کے مرحومین کے لیے "اللهم اغفر لى ولوالدى وللمؤمنين يوم يقام الحساب" کے الفاظ کے رحمت مغفرت کے لیے بارگاہِ صدیت میں التجا کرتے رہیں۔

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور یوں گویا ہوا:

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَفْتَلْتُ وَإِنِّي ظَنَنتُهَا أَنْ لَوْتَ كَلَمْتَ أَوْصَتَ

بصَاقَةً فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصْدَقْتَ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ﴾ (۳۶)

"یا رسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو صدقہ و خیرات کے لیے وصیت کرتیں۔

اگر میں اس کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں،"

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جس شب حضور ﷺ نے میرے ہاں قیام فرمانا ہوتا

تو آپ رات کو بقیع کے قبرستان کی طرف نکلتے اور مرحومین کو مخاطب فرماتے۔

﴿السلام عليكم اهل الدیار قوم مومنین وانا وایا کم ما﴾

توعدون غدا موجلون وانا ان شاء الله بکم لاحقون ﴿۲۷﴾

”تم پر سلام ہواے یہاں کے رہنے والو! اے گروہ مومنین ہم سے بھی

اور تم سے بھی جو وعدہ کیا گیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا اور ہم بھی جب

اللہ نے چاہا تم سے ملنے والے ہیں۔“

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق:

قرآن حکیم میں مردوں اور عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر ہے۔ شاہ ولی اللہ

محمدث دہلویؒ نے اس پر ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی ہے۔ عورتوں سے بیعت لینے میں

حضور ﷺ اسلامی اقدار اور اسلامی تعلیمات کو ملحوظ فرماتے تھے۔

ام المؤمنینؑ فرماتی ہیں:

﴿ما مس يد رسول الله ﷺ يد امرأة في بيعة قط﴾ (۲۸)

”حضور ﷺ بیعت لیتے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے

مس نہیں فرماتے تھے۔“

ام المؤمنینؑ نے ایک دوسری روایت میں اسی بات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

﴿ما بايع رسول الله ﷺ امرأة قط فمس يدها، ما بايعهن إلا

بهذه الآية (یہا یعنی کہ علی ان لا یشرکن بالله شيئاً) تلا

الآیة کلها وما مسست يده يدا امرأة قط﴾ (۲۹)

”حضور ﷺ نے بیعت لیتے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں فرمایا اور

حضور ﷺ عورتوں سے اس قرآنی آیت جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے

کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں تھا رامیں گی، پوری آیت (المتحنہ: ۶۰)

پڑھی اور حضور ﷺ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں فرمایا۔“

عدل بین النساء:

انسانیت کے سب سے بڑے معلم اور محسن انسانیت نے جو قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے ہادی و رہنمای ہیں ”عدل بین النساء“ کا وہ مثالی اور زریں اصول قائم فرمایا ہے جس کی نظیر پوری تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں:

﴿أَن رَسُولَ اللَّهِ كَانَ إِذَا سَافَرَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَإِنَّهُنَّ

خُرُجٌ سَهْمَهَا خُرُجٌ بِهَا مَعَهُ﴾ (۵۰)

”رسول کریم ﷺ جب کبھی سفر پر نکلتے اپنی ازدواج طاہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکلتا اسے اپنے سفر میں شرف رفاقت عطا فرماتے۔“

منزلی زندگی کی چند جھلکیاں:

جب حضور ﷺ مکہ مکہ میں اللہ تعالیٰ کے دین حق کی تبلیغ کے لیے شب و روز سرگرم عمل تھے۔ ادھر مشرکین مکہ نئے ابھرتے ہوئے دین حق کی مزاحمت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ ایک طرف نعمت اسلام سے مشرف ہونے والوں پر انہوں نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اور اذیت رسانی کی انتہا کر دی تھی، دوسری طرف قرآن حکیم معانی سے لبریز آیات اور صوتی تاثیر کی اثر آفرینی کو روکنے کے لیے مختلف تدابیر سوچی اور بروئے کار لائی جا رہی تھیں۔ اس انتہائی نازک وقت میں آپ کی غنخوار اور مونس رفیقة حیات حضرت خدیجہ رحلت فرمائیں۔ اب گھر یلو امور کی دیکھ بھال اور بچیوں کی

پرورش و نگہداشت جیسے اہم امور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں میں رکاوٹ بننے نظر آئے تو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مطعمون کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت عائشہ اور حضرت سودہؓ کے رشتے اس دلیل کے ساتھ تجویز کیے۔ عائشہ سے متعلق کہا:

”ابنۃ احباب خلق اللہ الیک“ اللہ کی مخلوق میں تمہارے سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی ہے اور حضرت سودہؓ کے بارے میں کہا:
 ﴿وَقَدْ أَمْنَتْ وَاتَّبَعَتِ الدُّجَى إِنْتَ عَلَيْهِ﴾

”کہ وہ نعمت ایمان سے مشرف ہو چکی ہیں اور اس راستے پر عمل پیرا ہیں
 جس پر آپ گامزن ہیں۔“

چنانچہ وہ پہلے ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئیں جنہوں نے مطعم بن عدی سے اس کے بیٹے کے لیے حضرت عائشہؓ کی بات کر رکھی تھی۔ ابو بکر صدیقؓ فوراً مطعم کے پاس گئے تو اس کی بیوی نے آپؐ کو دیکھتے ہیں کہا:

﴿لَعْلَكَ مَصْبِيَ هَذَا الْفَتَى وَ مَدْخَلَهُ فِي دِينِكَ﴾

”شاید آپ (میرے بیٹے) اس جوان کو اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔“

مطعم نے بھی بیوی کی تائید کی گویا حضرت عائشہ سے منگنی کی بات سے از خود بچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابو بکر نے رحمت خداوندی کی اس تائید کا شکر ادا کیا۔

﴿فَخَرَجَ ابُوبَكْرٌ وَقَدْ أَخْرَجَ اللَّهُ مَا كَانَ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْعَدَةِ الَّذِي وَعَدَهُ﴾

”ابو بکر مطمئن ان کے گھر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے خدشے کو دور فرمادیا جوان کے دل میں تھا کہ ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔“

پھر فرمایا:

﴿يَا خَوْلَةٌ أَدْعُوكُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَتْهُ فَزَوَّجَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾
”ابو بکر نے فرمایا اے خولہ حضور ﷺ کو میری طرف سے پیش کش ہے۔

انہوں نے یہ پیش کش حضور ﷺ تک پہنچائی چنانچہ ابو بکر نے حضرت
عائشہ کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔

اسی طرح اس طویل حدیث میں حضرت سودہ کے ساتھ آپ کے نکاح کی
تفصیل بیان کی گئی ہے۔ حضرت عائشہ کی رخصتی، ہجرت مدینہ کے بعد میں عمل میں آئی
جبکہ حضرت سودہ نے فوراً آپ کی منزل زندگی کو بحال کر دیا۔ (۵۱)

ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ان سے دریافت کیا گیا حضور ﷺ
جب گھر میں داخل ہوتے تو آپ کا معمول کیا تھا تو آپ نے بیان فرمایا:

﴿فَقَالَتْ كَانَ أَنْسُ النَّاسَ وَأَكْرَمُ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا مِنْ
رِجَالِكُمْ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ ضَحَا كَابِسَامًا﴾ (۵۲)

”حضرت عائشہ نے فرمایا: حضور ﷺ انتہائی انس و مودت سے پیش
آنے والے گھل مل جانے والے اور انتہائی شریف انس اور کریم الطبع
تھے اگرچہ بظاہر وہ تم مردوں کی طرح مرد تھے لیکن انتہائی شگفتہ مزاج ان
کے لبؤں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی۔“

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ایک شب جو حضور ﷺ نے میرے ہاں بسر فرمائی
تھی میں نے حضور ﷺ کو بستر پر لیئے ہوئے نہ پایا۔ میں جستجو میں اٹھی تو دیکھا کہ حضور
بارگاہِ صمدیت میں سجدے کی حالت میں دعا کر رہے ہیں۔ میں نے غور سے سنا تو
حضور ﷺ بارگاہِ رب العالمین میں یہ التجا پیش کر رہے تھے:

﴿أَعُوذُ بِرَضَاكَ مِنْ سُخْطَكَ وَأَعُوذُ بِمَعْفَاتِكَ مِنْ عَوْتَكَ وَأَعُوذُ بِكَ
مِنْكَ لَا أَحْصَى ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أُثْنِيْتُ عَلَى نَفْسِكَ﴾ (۵۳)

”اے مالک میں تیری نار اُنگی سے بچنے اور تیری رضوان کے حصول کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے آقا میں تیری سزا سے بچنے کے لیے تیرے عفو و درگزر کا دامن تھامتا ہوں اے مولا! میں تیری تعریف اور حمد و شکر کن الفاظ سے کروں۔ تیری پناہ میں آتا ہوں تیری حمد و شکر وہی ہے جو تو نے (اے رب جلیل) خود بیان فرمائی ہے۔

ام المؤمنین منزل زندگی کی خوشگواریوں اور مسرتوں اور حضور ﷺ کے اپنے ازواج طاہرات سے حسن سلوک اور دلنوازیوں کا ذکر فرماتی ہیں۔ ازواج مطہرات کے لیے حضور ﷺ کی معیت و رفاقت ہی وہ نعمت عظیٰ تھی کہ فقر و فاقہ کی نوبت آنے کے باوجود طبیعتوں میں کسی قسم کی ناگواری پیدا نہ ہوتی۔ فرماتی ہیں:

﴿كَانَ يَاتِي عَلَىٰ أهْلَ بَيْتٍ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الشَّهْرُ لَا تُوقَدُ فِيهِ نَارٌ﴾

الا ان يَكُونُ عِنْهُمْ لَحْمٌ وَ كَانَ أهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَرْسَلُونَ

الى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ خَزِيرَتِهِمْ أَوْ حَرِيرَتِهِمْ﴾ (۵۲)

”بعض دفعہ رسول کریم ﷺ کے اہل بیت پر ایسا مہینہ بھی گزرتا ہے کہ پورا مہینہ چوالھے میں آگ نہ جلتی البتہ ہمارے پاس کچھ گوشت ہوتا اور انصار حضور ﷺ کی خدمت میں کھجور یا دودھ سے تیار شدہ حلوجہ کا ہدیہ بھیجوا دیتے۔“

رسوم جاہلیت کا خاتمه:

حضور ﷺ نے نہ صرف مشرکین مکہ کے عقائد باطلہ کا رد فرمایا بلکہ بہت سی جاہلیت کی رسماں کو جو بتدریج عقیدے کی صورت اختیار کرنے لگی تھیں، لغو قرار دیا اور اپنے عمل سے یہ ثابت فرمایا کہ وہ رسوم واقعی لغو اور توہم پرستی پر مبنی تھیں۔

ام المؤمنینؐ بیان فرماتی ہیں کہ عرب میں شوال کے مہینے کو منحوس سمجھا جاتا تھا لہذا لوگ اپنی تقریباتِ مسرت شوال میں انجام دینے سے گریز کرتے۔ آپ فرماتی ہیں:

﴿نَزَّلَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الْبَرَىءَةَ فِي شَوَّالٍ وَادْخَلَتْ عَلَيْهِ فِي شَوَّالٍ﴾

فای نساء رسول الله ﷺ کان أحظى، عنده مني ﴿55﴾

”حضرور ﷺ نے جب مجھے شرفِ زوجیت بخشنا تو شوال کا مہینہ تھا اور جب (ہجرت مدینہ کے بعد) میری رخصتی ہوئی تب بھی شوال کا مہینہ تھا۔ اب بتائیے حضور ﷺ کی زوجیت اور رفاقت میں مجھ سے بڑھ کر خوش نصیب کون تھا؟“ گویا شوال کی نحوست کا رد فرمایا۔

تاریخ اسلام:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقۃؓ سے دینی امور کے ساتھ ساتھ ہمیں تاریخ اسلام کے بارے میں بڑی قیمتی اور اہم معلومات بھی حاصل ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک واقعات ہدیہ قارئین ہیں۔

امہات المؤمنین سے صحابہ کرام کا حسن سلوک

قرآن حکیم نے ازواج طاہرات کو امہات المؤمنین قرار دے کر ان کے احترام و عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ صحابہ کرام ان سے بے حد احترام سے پیش آتے تھے اور ان سے حسن سلوک اپنے لیے سعادت اور اعزاز سمجھتے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی جائیداد چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اور اس رقم سے بنو زہرہ کے نادار افراد اور دیگر حاجت مند لوگوں کی اعانت کی اور اس میں سے امہات المؤمنین کی خدمت میں بھی ہدیے بھجوائے پس جب حضرت عائشہ صدیقہ کو ان کا حصہ ملا تو انہوں نے فرمایا:

﴿مَنْ أُرْسِلَ بِهَذَا فَقْلَتْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ

اللَّهِ عَلَيْهِ الْكَلَمُ قَالَ: إِنَّ الَّذِي يَحْنُو عَلَىٰ ازْوَاجِي مِنْ بَعْدِ الصَّادِقِ

الْبَارِ، سَقَى اللَّهُ أَبْنَاهُ عَوْفَ مِنْ سَلَسِيلِ الْجَنَّةِ﴾ (۵۶)

”یہ رقم کس نے بھجوائی؟ عرض کیا گیا کہ عبد الرحمن بن عوف نے تو ام

المؤمنین نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ

شخص جو میری ازواج کے ساتھ میرے بعد حسن سلوک سے پیش آئے

گا وہ سچا اور نیک ہوگا۔ ام المؤمنین نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو

عبد الرحمن بن عوف کو سلسلی جنت سے سیراب فرمًا“

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارادہ ہجرت جب شہ

ام المؤمنینؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ ابھی کم من تھیں لیکن انہیں اتنا معلوم ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر روزانہ صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ جب مسلمانوں

کو قریش کی اذیت رسانی حد سے بڑھنے لگی تو حضور ﷺ کی اجازت سے حضرت ابو بکرؓ

ارض جب شہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے تو ان کی ملاقات قبیلہ قارہ کے سردار ابن

الدغنه سے ہوئی تو اس نے پوچھا! اُے ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا

میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ لہذا میں کرہ ارض کے ایسے حصے میں جا رہا ہوں

جہاں سکون و اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ یہ سن کر ابن الدغنه نے ابو بکر

کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ لیا اور کفار قریش کے ممتاز لوگوں

سے کہا:

﴿إِنَّ ابْنَابَكَرَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يَخْرُجُ مُثْلُهِ إِنْ يَكْسِبَ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ

الرَّحْمَ وَيَحْمَلُ الْكُلَّ وَيَقْرَى الضَّيْفَ وَيَعِينُ عَلَىٰ نَوَائِبِ الْحَقِّ

فَانْفَذْتُ قَرِيشَ جَوَارَ ابْنَ الدَّغْنَةِ وَامْنَوْا بَابَكَرَ وَقَالُوا لَابْنِ

الدَّغْنَةِ: مَرَأْبَبَكَرَ إِنْ يَعْبُدْ رَبَّهُ فَيُدْرِكَ دَارَهُ وَلِيَصُلِّ مَا شَاءَ وَيَقْرَأَ مَا شَاءَ

لَا يُؤْذِنَا وَلَا يَسْتَعْلِمُ بِالصَّلَاةِ وَالْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارَهُ ﴿٥٧﴾

”ابو بکر یہاں سے ہجرت نہیں کرے گا اور ایسے شخص کو شہر چھوڑنے پر
مجبوर نہیں کرنا چاہیے جو غربیوں کی مدد کرے، صلہ رحمی سے کام نہیں
کمزوروں اور ناتوانوں کی دقت برداشت کرے۔ مہمان نوازی کرے
اور مشکلات میں لوگوں کے کام آئے۔ قریش نے اس بات کو قبول کیا
کہ ابو بکر ابن الدغنه کی حمایت میں رہ سکے گا۔ تاہم انہوں نے یہ شرط
عائد کی کہ ابو بکر کو کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرے لیکن اپنے گھر میں
کرے صلہ رحمی کرے جو چاہے پڑھے لیکن ہمیں تنگ نہ کرے اور نماز
اور قراءت اونچی آواز سے اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ نہ پڑھے۔“

یہ واقعہ تاریخ کی جملہ کتب میں مفصل بیان ہوا ہے۔ لہذا اتنے ذکر پر ہی اکتفا
کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ حضرت ابو بکرؓ کے اوصاف حمیدہ اور
خاصیات پسندیدہ کے معترض تھے۔

حجر بیت اللہ کا ہی حصہ ہے

ام المؤمنینؐ بیان فرماتی ہیں کہ میری آرزو تھی کہ بیت اللہ شریف کے اندر داخل
ہو کر وہاں نماز ادا کروں۔ تو رسول کریم ﷺ نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر حطیم میں داخل فرمایا
دیا اور فرمایا:

﴿أَرَدْتِ دَخْولَ الْبَيْتِ فَصَلَى هُنَّا فَإِنَّمَا هُوَ قَطْعَةٌ مِّنَ الْبَيْتِ﴾

ولکن قومک اقتصر واحین بنوہ ﴿٥٨﴾

”تو بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونا چاہتی ہے پس یہیں نماز پڑھ لے کیونکہ یہ بیت اللہ کا ہی حصہ ہے لیکن تیری قوم نے جب اسے تعمیر کیا تو (تعمیراتی سامان (Building material) نہ ہونے کے سبب) یہیں تک اکتفا کیا۔

مندرجہ بالا تاریخی حقیقت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ام المؤمنینؓ نے اس کے تاریخ پس منظر پر روشنی ڈالی ہے کہ بیت اللہ شریف کی پہلی ہیئت تعمیر کیا تھی۔ کس طرح قریش نے ایک رومی تاجر سے لکڑی خریدی اور کعبۃ اللہ کی تعمیر نو کے لیے سرگرم عمل ہوئے۔ ایک خوفناک سانپ نمودار ہوا، قریش نے خشوع و خضوع سے دعا کی تو ایک بڑا پرندہ ظاہر ہوا اور سانپ کی گردان کو اپنے پنجوں میں لے کر اسے ہلاک کر ڈالا چنانچہ قریش نے تعمیر کا آغاز کیا۔ اس تعمیر میں حضور ﷺ نے بھی جب آپؐ کم من تھے حصہ لیا تھا۔ (گویا یہ واقعہ فیل کی طرح ارہا ص یعنی حضور ﷺ کا پیشگی مجذہ تھا۔)

ام المؤمنینؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْلَا حِدَّةً أَعْهَدَ قَوْمًا كَمَا كَفَرُوا لَهُمْ مِنْهَا فَانْهُمْ تَرَكُوا مَا مَنَّاهَا﴾

سبع اذرع فی الحجر، قصرت بهم النفقة والخشب ﴿۵۹﴾

”اگر تمہاری قوم کا کفر کے اندھروں سے نکل کر اسلام سے مشرف ہونے کا زمانہ اتنا قلیل نہ ہوتا یعنی یہ لوگ ابھی ابھی اسلام میں داخل نہ ہوئے ہوتے تو میں اس عمارت کو گرا کر از سر نو پرانی ہیئت پر تعمیر کرتا کیونکہ انہوں نے حجر کا سات ہاتھ حصہ تعمیر میں اس لیے چھوڑ دیا کہ ان کے پاس اخراجات اور لکڑی کی کمی واقع ہو گئی تھی۔“

ہجرت نبوی ﷺ

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز اچانک آپ ایسے وقت تشریف لائے جو آپ کے معمول کے خلاف تھا تو ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا اس وقت تشریف لانا انتہائی اہم امر کی غمازی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو باہر بھجوادیں۔ ابو بکر نے عرض کیا گھر میں اور لوگ نہیں ہیں یہ میری بیٹیاں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ ابو بکر نے مصاحبۃ اور رفاقت کی آرزو کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿نعم، الصحبة فلقد رأيت ابا بكر يبكي من الفرح﴾ (۶۰)

”ہاں، تم میرے رفیق سفر ہو گے اور میں نے دیکھا کہ ابو بکر کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آگے۔“

اور پھر ہجرت نبوی کا مشہور واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی عالالت کے موقع پر ابو بکرؓ کی امامت صلوٰۃ:

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے عالالت کی حالت میں فرمایا میری طرف سے ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان ابا بکر اذا قام مقامك لم يسمع الناس من البكاء فامر عمر فليصل بالناس کہ ابو بکر (رقیق القلب ہیں) جب وہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو ان کے رو نے کی وجہ سے لوگ کچھ نہ سن سکیں گے۔ آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیجیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ فرمایا: مروا ابا بکر فليصل بالناس میں نے پھر وہی بات دہرائی۔ آپ نے تیری بار فرمایا: مروا ابا بکر فليصل بالناس۔ تو میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپؓ حضور ﷺ سے درخواست کریں کہ ابو بکر جب آپ کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو ان کے رقیق القلب ہونے کی وجہ سے لوگ سن نہ سکیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے یہ

بَاتْ حَضُور ﷺ كِي خَدْمَتْ مِنْ عَرْضْ كَرْدَى تُو حَضُور ﷺ نَے فَرْمَايَا:

﴿مَرُوا ابْا بَكْرٍ فَلِيَصْلِبْ بِالنَّاسِ﴾. فَالْكَنْ صَوَّا حَبْ يُوسُفَ.

حَفْصَةَ مَارَأَيْتَ مِنْكَ خَيْرَ أَقْطَابِهَا. فَخَرْجَ ابْوَبَكْرٍ يَوْمَ النَّاسِ

فَلِمَا كَبَرَ ابْوَبَكْرٍ خَرْجَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَهَبَ ابْوَبَكْرٍ يَتَاخْرِجُ

فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّ امْكَثَ مَكَانَكَ فَمَكَثَ

مَكَانَهُ الخ﴾ (٦١)

”ابو بکر کو میری طرف سے حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ بیشک تم

حضرت یوسف کے واقعہ کی عورتوں کی طرح ہو تو حضرت حفصہ نے کہا

میں نے آپ سے بڑھ کر کبھی بھی بھلائی کرنے والی شخصیت نہیں دیکھی۔

انجام کار ابو بکر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے مصلیے پر کھڑے

ہوئے جب انہوں نے تکبیر تحریمہ کہی تو رسول کریم ﷺ بنفس نفیس

تشریف لائے۔ ابو بکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو حضور نے اشارہ سے

انہیں فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، چنانچہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہے۔“

چنانچہ حضور ﷺ ابو بکر کے پاس ان کے ساتھ تشریف فرم� ہو گئے اور ابو بکر

حضور ﷺ کی اقتدا میں اور لوگ ابو بکر کی اقتدا میں نماز ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ نماز مکمل ہو گئی۔

رحلت ابو بکر صدیقؓ

ام المؤمنینؑ اپنے والد ماجد ابو بکر الصدیقؓ کی رحلت کا واقعہ بیان کرتی ہیں:

جب ان کی وفات کا وقت تھا تو میں نے بے چینی کے اظہار کے لیے ایک شعر

پڑھا تو ابو بکرؓ نے فرمایا:

﴿يابنيه! لا تقولي هكذا ولكن قولى "وجاءت سكرة الموت بالحق".

ذلک ما کت منه تحدید، ثم قال فی کم کفن رسول اللہ ﷺ فقلت:

فی ثلاثة اثواب، فقال أکفونی فی ثوبی هذین واتسرو اليها ثوبا

جديداً، فان الحی أفقرو الی الجدید من المیت﴿ (۲۲)﴾

”میری پیاری بیٹی! ایسا نہ کہو بلکہ یہ کہو (قرآنی آیت سورۃ ق ۱۹)

سکرات موت کا آنا حق اور ضروری ہے۔ یہی وہ حالت ہے جس سے تو

بھاگتا تھا پھر انہوں نے استفسار کیا۔ ”رسول کریم ﷺ کو کتنے کپڑوں کو

کفن دیا گیا تھا؟ میں نے جواباً کہا: تین کپڑوں کا، تو انہوں نے فرمایا

مجھے ان دو کپڑوں (مستعملہ) اور ایک نئے میں کفنا دینا کیونکہ مردے

کے مقابلے میں زندہ شخص کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔“

شہادت عثمانؓ کی پیشین گوئی اور ان کو صبر کی تلقین

ام المؤمنینؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر وہ

میرے پاس آ جائے تو میں اس سے تذکرہ کروں۔ میں نے گمان کیا کہ آپ کی مراد ابو بکر

ہیں۔ میں نے عرض کیا! کیا میں آپ کے لیے ابو بکر کو بلاوں؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر

میں نے عرض کیا! کیا میں آپ کے لیے عمر کو بلاوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے

عرض کیا! کیا میں آپ کے لیے علی کو بلاوں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا! عثمانؓ کو

بلاوں تو آپ نے فرمایا! ہاں، چنانچہ ام المؤمنین نے حضرت عثمانؓ کو بلا بھیجا جب وہ گھر

تشریف لائے تو حضور ﷺ نے فرمایا تم الگ چلی جاؤ۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ گئی۔

حضرت عثمانؓ آپ کے قریب ہو گئے حتیٰ کہ ان کا گھننا حضور ﷺ کے گھننے سے مس

ہونے لگا۔ آپ حضرت عثمانؓ سے باتمیں کرتے جاتے تھے اور ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا،

پھر آپ نے فرمایا اب جاؤ اور حضرت عثمانؓ چلے گئے۔ ام المؤمنینؓ بیان کرتی ہیں جب

ان کی شہادت کے موقع پر لوگوں نے کہا:

﴿أَلَا تَقْاتِلُ فَقَالَ أَن رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدَ الْأَيْمَانِ عَهْدًا سَأَصْبِرُ عَلَيْهِ﴾ (۲۳)

”آپ ان سے جنگ کیوں نہیں کرتے؟ تو حضرت عثمان نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا لہذا میں اس امر پر صبر سے کام لوں گا۔“

قارئین کرام نے ام المؤمنین کے علمی مقام کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد اور ممتاز سکالرز کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائے اور اس امر سے بھی بخوبی آگاہ ہوئے کہ حضرت عائشہؓ سے ۲۲۰۰ بائیس صد سے زائد احادیث مروی ہیں۔ ”مند عائشہؓ کی ۱۱۳۸ احادیث میں سے ایک صد کے لگ بھگ جوزیر نظر تصنیف میں پیش کی گئی ہیں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان پیش کردہ احادیث میں کس قدر تنوع ہے! اسلامی قانون کی ایک موٹی سی تقسیم یوں کی گئی ہے۔

۱۔ عبادات ۲۔ معاملات ۳۔ مناکحات ۴۔ تعزیرات

حضرت عائشہؓ سے کل مروی احادیث کا فقط ۵ فیصد حصہ یعنی سو کے لگ بھگ احادیث قارئین کرام کی نظر سے گزریں۔ اس ۵ فیصد میں عبادات، معاملات، مناکحات اور حدود و تعزیرات سے متعلق کتنی اہم معلومات حضور اکرم ﷺ کے ارشادات عالیہ سے ام المؤمنین کے ذریعے سے ہم تک موصول ہوئیں۔ اگر بقیہ ۹۵ فیصد احادیث کا بھی بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو دین کے فہم میں کتنی آسانی اور روشی و رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے اور تاریخ اسلام اور سیرت کے کتنے گوشے منور ہو سکیں گے۔

عبادات

طہارت: اسلام دین فطرت ہے۔ دانتوں کی صفائی حفظان صحت کا ایک اہم اصول

ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے:

”السوأك مطهرة للفم مرضاة للرب“ (۶۲)

”سواء ک منہ کی صفائی اور طہارت رب کریم کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔“

حضرت فاطمہ بنت جبیش نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

﴿إِنِّي أَسْتَحِاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادِعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ إِنَّ تَوْضِيْهِ لِكُلِّ
صَلَاةٍ وَصَلَّى﴾ (۶۵)

”مجھے مسلسل حیض آتا ہے اور کبھی پاک نہیں ہوتی (یعنی ایام کا معمول گزرنے کے بعد بیماری کے سبب) کیا میں نماز پڑھنا چھوڑ دوں۔ تو آپ نے فرمایا ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کرو اور نماز ادا کرو۔“

ایک عورت نے ام المؤمنین سے دریافت کیا:

﴿إِذَا حَاضَتِ احْدَانًا ثُمَّ طَهَرْتِ اتَّقْضِي الصَّلَاةَ؟ فَقَالَتْ كَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَانَتْ احْدَانًا تَحِيضُ ثُمَّ تَطَهَّرُ فَلَا يَأْمُرُنَا
بِالْقَضَاءِ وَلَا نَقْضِيهِ﴾ (۶۶)

”جب کوئی عورت حائضہ ہوتی ہے پھر طہارت حاصل کر لیتی ہے تو کیا اسے اس درمیانی عرصے کی نمازوں کو قضا کرنا چاہیے۔ تو ام المؤمنین نے جواب میں ارشاد فرمایا: ہم رسول خدا کے ساتھ ہوتی تھیں اور جب ہم میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور پھر طہارت حاصل کر لیتی تو حضور ﷺ نے کبھی بھی ہمیں درمیانی عرصے کی نمازوں کے قضا کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ہم ان نمازوں کو قضا کیا کرتیں۔“

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ دوران سفر قیام کرنا پڑا نہ تو اس جگہ پانی موجود تھا اور نہ ہی ہمارے پاس پانی موجود تھا۔ صحابہ کرام ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور

وہ حضرت عائشہ کے پاس پہنچے (کہ نماز کا وقت ہے اور پانی موجود نہیں) فرماتی ہیں:

﴿فَانْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَ آيَةَ التَّيِّمَمَ فَقَالَ أَسِيدُ بْنُ حَضِيرٍ مَا هَذَا﴾

باؤل برکتکم یا آل ابی بکر﴾ (۶۷)

”اللہ تعالیٰ نے تمیم کی اجازت والی آیت نازل فرمائی تو اسید بن حفیر نے ابو بکر صدیقؓ کے گھرانے کی برکتوں کی تعریف کی۔“

ام المؤمنینؐ سے دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ کے غسل واجب کا طریق کارکیا تھا

تو آپ نے مختصر اور جامع انداز میں بیان فرمایا۔ (اور یہی معروف طریق امت

مسلمہ میں مروج چلا آ رہا ہے۔ (۶۸)

صلاتۃ: طہارت جو عبادت کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہے اس کے بارے میں چند امور کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اب صلاتۃ کے بارے میں ان روایات میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے امت مسلمہ کی دینی تعلیم اور آگہی کے لیے بیان فرمائیں۔

ام المؤمنین نے نماز کی فرضیت کے بارے میں کتنے اہم پہلو سے آگاہ فرمایا:

﴿أَوْلَ مَا فَرَضْتَ الصَّلَاةَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا هَاجَرَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾

الى المدينة زيدت رکعتان اخريان و تركت الرکعتان الاوليان

فِي السَّفَرِ الْأَلْفَجَرِ فَإِنَّهُ يَطَالُ فِيهِمَا الْقِرَاءَةُ﴾ (۶۹)

”یعنی ظہر، عصر اور عشا کی نمازیں بھی ابتدا میں دو دو رکعتیں تھیں اور جب رسول کریم ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو مزید دو رکعتوں کا اضافہ ہو گیا اور پہلی صورت یعنی دو دو رکعتیں حالت سفر میں جاری رہیں، سوائے نماز فجر کے کہ اس میں قراءات کو طول دیا جاتا ہے۔“

ایک سوال کے جواب میں ام المؤمنینؐ نے فرمایا کہ حضور ﷺ فجر کی دو سنتوں کو

سری طور پر پڑھتے اور ان دور رکعتوں میں سورہ "قل یا یہا الکافرون" اور "قل هو اللہ احد" پڑھا کرتے۔ (۷۰)

ایک سوال کے جواب میں وتر کی نماز کے بارے میں حضور ﷺ کا معمول بیان کرتے ہوئے ام المؤمنینؓ نے ارشاد فرمایا کہ آپ پہلی رکعت میں سورہ الاعلیٰ دوسری میں الکافرون اور تیسرا رکعت میں سورہ الاخلاص اور معوذ تین (یعنی سورہ الفلق اور سورہ الناس) پڑھا کرتے تھے۔ (۷۱)

حضرت عروۃ ام المؤمنینؓ سے روایت کرتے ہیں:

﴿کان رسول الله ﷺ اذ اصلی رکعتی الفجر اضطجع على شقہ الایمن﴾ (۷۲)

"یعنی ربoul کریم ﷺ (تہجد سے فراغت کے بعد) جب صبح کی دو رکعتیں (فجر کی دو سنتیں) ادا فرماتے تو دہنے پہلو پر تھوڑی دیر لیٹ کر آرام فرماتے۔"

ایک صحابہ کے استفسار پر ام المؤمنین نے نماز کی ہیئت اور اس کے ادا کرنے کا مفصل طریقہ (جو معروف و مروج چلا آ رہا ہے) جامع انداز میں بیان فرمایا۔ (۷۳)

ایک شب اچانک آنکھ کھلنے پر ام المؤمنین نے حضور ﷺ کو اپنے پاس موجود نہ پایا۔ بے چینی سے تلاش میں نکلیں تو آپ کو جنت البقیع میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا میں مشغول پایا۔ حضور ﷺ نے شب براءت کی اہمیت بیان فرمائی:

﴿اذا كان ليلة النصف من شعبان انزل الرب تبارك و تعالى الى السماء الدنيا فيغفر من الذنوب اكثرا من عدد شعر غنم كلب﴾ (۷۴)

"یعنی جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کا پرتو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مشہور قبیلہ کلب کی کثیر

بھیڑ بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔“

ام المؤمنینؐ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے عهد مبارک میں سورج گرہن لگا تو آپ نے طویل نماز خسوف ادا فرمائی۔ آپ نے جامع انداز میں پورا طریق کار بیان فرمایا جو امت مسلمہ میں مردوج چلا آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد خطبہ دیا اور ان عقائد باطلہ کا رد فرمایا کہ سورج گرہن یا چاند گرہن کسی فرد کی موت یا زندگی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اس لیے جب تم دیکھو تو نماز پڑھو، صدقہ خیرات کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا أَمَّةَ مُحَمَّدٍ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لِضَحْكَتُمْ قَلِيلًاً وَلَبَكِيَتُمْ كَثِيرًا﴾ (۷۵)

”اے امتِ محمد ﷺ! اگر تم وہ باتیں جانتے جو میرے علم میں ہیں تو تم بہت کم ہنتے اور اکثر روتے رہتے۔“

ام المؤمنینؐ نے نماز کو پورے ہوش و حواس اور اہتمام سے ادا کرنے کے حوالے سے رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بیان فرمایا:

﴿ذَا نَعْسَ احْدَكُمْ وَهُوَ يَصْلِي فَلَيْرَ قَدْفَانَ احْدَكُمْ إِذَا صَلَى وَهُوَ

يَنْعَسَ لِعْلَهِ يَرِيدُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ فَلَا يَدْرِي فِي سَبَبِ﴾ (۷۶)

”جب تم میں سے کوئی اوپنگھنے لگے اور وہ نماز پڑھنے میں مشغول ہو تو اسے سوچانا چاہیے کیونکہ جب کوئی تم میں سے نماز میں اوپنگھنے لگتا ہے اور وہ ارده تو یہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ سے مغفرت مانگے جب کہ اس کی زبان پر نازیبا الفاظ آ جاتے ہیں۔“ گویا شیطان کی وسوسہ اندازی سے بچنے کے لیے نماز پوری احتیاط سے ادا کرنی چاہیے۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح کے آغاز اور اس کے پس منظر بیان کرتے ہوئے کہ کس طرح حضور ﷺ نے رمضان المبارک میں لوگوں کو نمازِ تراویح پڑھائی اور لوگ اس کثرت سے شریک ہوئے کہ مسجد میں جگہ نہ رہی۔ ام المؤمنینؐ کے حوالے سے حضرت عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں:

﴿حتىٰ كَانَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرٍ
حَتَّىٰ جَمِعُهُمْ عُمَرُ عَلَىٰ أَبِي بَكْرٍ كَعْبَ فَقَامَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ
ذَلِكَ اول اجتماع الناس علی قاری واحد فی رمضان﴾ (۷۷)

”خلافتِ صدیقی میں اور خلافتِ فاروقی کے آغاز میں نمازِ تراویح لوگ الگ الگ پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں نمازِ تراویح پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی اور یہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا چنانچہ یہ لوگوں کا پہلا اجتماع تھا کہ انہوں نے رمضان المبارک میں ایک ہی قاری کی اقتدا میں نمازِ تراویح ادا کی۔“

زکوٰۃ

ام المؤمنینؐ نے خبر کے علاقے کے مالی امور بیان کرتے ہوئے فرمایا: رسول اکرم ﷺ حضرت عبد اللہ بن راوحؓ کو خبر بھجواتے وہ کھجور کا جب کہ وہ پھل دینے کے قابل ہوتی اور ابھی اس سے کچھ کھانے کے لیے اتارا نہ گیا ہوتا اندازہ کراتے پھر یہود کو اس امر کا اختیار دیتے کہ وہ اتنی رقم ادا کر دیں یا کھجور کا مقررہ حصہ عہد و پیمان کے مطابق عامل کے سپرد کر دیں۔ ام المؤمنین اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتی ہیں:

﴿إِنَّمَا كَانَ يَفْعُلُ ذَلِكَ كَيْ تُحصِّنِ الزَّكَاةَ قَبْلَ أَنْ يَؤْكِلَ التَّمْر﴾ (٧٨)

”حضرور ﷺ یہ اہتمام اس لیے فرماتے تاکہ کھجور اتارنے اور کھانے کے لیے استعمال میں لانے سے قبل زکوٰۃ کو جمع کیا جاسکے۔“

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا (انفاق فی سبیل اللہ) کی اہمیت قرآن حکیم میں بکثرت آیات میں بیان کی گئی ہے تاکہ فرزندان توحید کو رغبت ہو اور اللہ کے دینے ہوئے مال میں سے اس کی اطاعت میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور برکت حاصل کریں۔

ام المؤمنینؑ نے بیوی کے اپنے خاوند کے مال سے خرچ کرنے کی شرعی حیثیت واضح کرتے ہوئے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا:

﴿إِذَا أَنْفَقْتِ الْمَرْأَةَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسَدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرٌ هَا وَلِهِ مِثْلُهُ﴾ (٧٩)

”جو عورت اپنے شوہر کے مال سے معروف طریقے کے مطابق اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور خاوند کو بھی اس کی مانند الگ اجر عطا ہوگا۔“

حضرت بریرہؓ کو جب غلامی سے نجات ملی اور وہ آزاد ہو گئیں تو کچھ لوگوں نے اسے زکاۃ و صدقات سے مالی اعانت شروع کر دی اب وہ لوگ جو زکاۃ و صدقات کا مال استعمال میں نہیں لاتے کیا وہ ایسی خاتون کا دیا ہوا ہدیہ یا تھفہ قبول کر سکتے ہیں؟ ام المؤمنینؑ نے اس مسئلے کی وضاحت فرماتے ہوئے بیان کیا:

﴿وَكَانَ النَّاسُ يَتَصَدَّقُونَ عَلَى بُرِيرَةَ فَتَهَدِي لِنَامِنَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَاهِدِيَةٌ﴾ (٨٠)

”لوگ بریرہ کو صدقات پیش کرتے تو بریرہ اس صدقہ کے سلطے میں سے

ہمیں ہدیہ اور تحفیہ پیش کرتیں تو حضور ﷺ نے اس شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بریہ کے لیے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

صوم

ام المؤمنینؑ نے بیان فرمایا:

ایک صحابی نے حضور ﷺ سے استفسار کیا کہ ”میں باقاعدگی سے روزہ رکھنے والا شخص ہوں کیا میں سفر میں بھی روزہ رکھوں؟“ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”ان شئت فصم و ان شئت فافطر“ (۸۱) کہ ”اگر تو چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو روزہ چھوڑ دے۔“ گویا مومن کو رحمت دو عالم ﷺ نے اس امر کا اختیار دیا کہ وہ سفر خوشگوار ہونے اور آئندہ قضا کرنے سے بچنے کے لیے روزہ رکھ لے تو بھی مناسب ہے اور اگر سفر کی ناخوشگواری یا کوئی مصلحت مانع ہو تو روزہ چھوڑنے میں رحمت بھری شریعت رکاوٹ نہیں بنتی وہ رخصت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ام المؤمنینؑ بیان فرماتی ہیں:

رمضان المبارک کی انتہائی عظمت والی رات، لیلۃ القدر کے بارے میں حضور ﷺ نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لیے ترغیب اور تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿تَحِرُّوا لِيَلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأُولَاءِ مِنْ رَمَضَانَ﴾ (۸۲)

”لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔“

رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے لیے بالخصوص پورے اہتمام سے یکسو ہو کر لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لیے حضور ﷺ کا اسوہ حسنہ

بيان کرتے ہوئے ام المؤمنینؑ نے ارشاد فرمایا:

﴿کان رسول الله ﷺ یعتکف العشر الا وآخر من شهر رمضان﴾

حتیٰ قبض الله الیہ و ازواجه من بعد ﴿۸۳﴾

”رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے مہینے میں آخری عشرے میں، اعتکاف فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ خالق حقیقی اور رفیق اعلیٰ سے جامیٰ اور ان کے بعد آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اتباع میں اعتکاف کیا کرتیں۔“

قرآن حکیم جو ایک زندہ اور روشن مجذہ ہے رمضان المبارک کے مہینے میں نازل ہوا۔ ایسی عظیم اور مقدس کتاب جو کامل و مکمل ضابطہ حیات ہو اور حق و باطل میں فرق و امتیاز کی نشاندہی کرنے والی ہو، کے نزول پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے دن میں روزہ اور رات کو عبادت کی جاتی ہے۔ ام المؤمنینؑ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

”مسجد نبوی میں، رمضان المبارک کے مہینے میں ایک رات حضور ﷺ

نے نماز ادا فرمائی، آپ کے صحابہ کرامؐ میں سے بھی کچھ لوگ شریک ہوئے پھر دوسری رات کو آپ نے نماز ادا فرمائی، اب پہلے سے بھی زیادہ لوگوں نے شمولیت کی۔ پھر تیسرا اور چوتھی رات یہی معمول رہا۔

حتیٰ کہ لوگ ”نماز“، ”نماز“ کی ندائیں کر دیں کر تھے ہوئے اپنے شوق و ذوق کا

اظہار کرنے لگے لیکن آپ پھر بھی مسجد میں تشریف نہ لائے۔ حضرت عمر

بن الخطاب نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

﴿یا رسول الله! جعل الناس ینتظرونک البارحة فلم تخرج.﴾

قال: انه لم يخف على مكانتهم ولكن خشيت ان تكتب

عليهم ﴿۸۳﴾

”یا رسول اللہ! لوگ کل آپ کا (بے چینی سے) انتظار کرتے رہے لیکن

آپ باہر تشریف نہ لائے تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا ان کا ذوق و شوق مجھ سے پوشیدہ نہ تھا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں میری امت پر یہ فرض نہ کر دی جائے۔“

گویا صحابہ کا ذوق و شوق بجا لیکن فرض کی صورت میں امت مسلمہ پر دشوار ہوگی۔ لہذا حضور ﷺ نے اسے سنت کا درجہ دیا تاکہ فیوض و برکات بھی حاصل ہوتے رہیں اور (لازمی) فرض و واجب کی سخت پابندی بھی نہ رہے۔

حج: اركان اسلام میں حج کی اہمیت محتاج تعارف نہیں۔ حج چونکہ استطاعت رکھنے والے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر زندگی میں ایک بار ادا کرنا لازم ہے۔ لہذا خصوصی طور پر مناسک حج ادا کرنے میں عورتوں کے خصوصی مسائل سے پوری آگئی اور حج کے آداب کی تربیت دینے کے لیے حضور ﷺ نے اپنی جملہ از واج مطہرات کو شرف رفاقت بخشنا اور سفر حج میں سب کو شامل فرمایا۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں:

﴿خر جنا مع رسول الله ﷺ فی عام حجه الوداع﴾

”یعنی ہم سب از واج النبی، حضور ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر شریک سفر ہوئیں۔“

حضرت عائشہؓ کو یوم عرفہ کے روز ایام (menses) کی کیفیت پیش آگئی۔

حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے ابھی عمرہ مکمل نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے آپ کو عمرہ کی تکمیل چھوڑنے اور حج کی تکمیل کا حکم فرمایا۔ حج کے مناسک مکمل ہو گئے اور ام المؤمنین اس کیفیت سے فارغ ہو چکی تھیں تو حضور ﷺ نے میرے بھائی عبدالرحمٰن کو میرے ساتھ بھیجا اور میں نے عمرہ کا احرام میقات سے باندھا تو:

﴿فَقضى اللہ حجها و عمرتها ولم يكن في ذلك هدى ولا

صيام ولا صدقة﴾ (۸۵)

”یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حج کا فریضہ بھی ادا ہو گیا۔ عمرہ کی سعادت بھی حاصل ہو گئی اور الحمد للہ نہ قربانی کی ضرورت پیش آئی نہ روزے رکھنے پڑے اور نہ ہی صدقہ ادا کرنا واجب ہوا۔“

حج کرنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ حج کے دوران تلبیہ یعنی لبیک کے روح پرور جملے جب فضا میں ارتعاش پیدا کرتے ہیں تو سننے والے ایک وجہ آفرین کیفیت محسوس کرتے ہیں۔ یہ طریق کارام المؤمنین سے مروی ہے فرماتی ہیں:

﴿انی لا اعلم کیف کان رسول الله ﷺ یلبی﴾
”میں خوب اچھی طرح جانتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ تلبیہ کیسے ادا فرماتے۔ پھر تلبیہ کے معروف الفاظ بیان فرمائے۔“

﴿لَبِيكَ اللَّهُمَّ لَبِيكَ، لَبِيكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبِيكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ﴾ (۸۶)

مناسک حج اور آداب عمرہ میں طواف اور سعی کی مشروعیت اور حکمت کو بیان کرتے ہوئے ام المؤمنین فرماتی ہیں:

﴿إِنَّمَا جَعَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ لَا قَامَةً ذَكْرَ اللَّهِ﴾ (۸۷)

”بیت اللہ کے طواف اور صفا و مرودہ کے درمیان سعی کو اس لیے مشروع کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا قیام عمل میں آئے۔“

مناسک حج میں خواتین کے خصوصی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے ام المؤمنین نے حضور ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا:

﴿تَقْضِيُ الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا طَوَافُ الْبَيْتِ﴾ (۸۸)

”کہ وہ عورت جو ایام (menses) کی کیفیت سے گزر رہی ہے وہ اپنے حج کے سارے مناسک ادا کر سکتی ہے لیکن بیت اللہ کا طواف اس حالت میں نہیں کر سکتی۔“

مناکحات

نکاح: نکاح انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہے اسی سے خاندان بنتے ہیں۔ پھر قبلے اور پھر انسانی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ نسب محفوظ ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی کی مسروتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع میر آتے ہیں اس طبقے سے قطع نظر جو حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر جانوروں کی طرح ہر قسم کی قید و بند سے آزاد زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ باقی انسانی طبقوں میں نکاح کا تصور اور معمول ہزاروں برس سے مروج چلا آ رہا ہے۔ اسلام میں نکاح کو بے حد اہمیت حاصل ہے جو محتاج تعارف نہیں۔ قرآن حکیم میں منزلي زندگی (Family) کو بڑی صراحة سے بیان کیا گیا ہے۔

اذن نکاح: بعض اقوام میں نکاح کلی طور پر والدین اور سرپرستوں کے دائرہ اختیار میں ہے لیکن اسلام نے اس کے لیے اذن (consent) اور ایجاد و قبول کو لازمی قرار دیا ہے تاکہ زندگی بھر کی رفاقت سوچ سمجھ کر پورے شعور اور ادراک سے اختیار کی جائے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ لڑکی کا نکاح جو اس کے گھر والے انجام دیتے ہیں کیا لڑکی سے بھی اجازت لینی چاہیے یا نہیں؟ تو رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

﴿نعم، قلنَا فانها تستحبى فتسكت فقال رسول الله ﷺ فذاك

اذنها﴾ (۱۸۸الف)

”اجازت لینی چاہیے۔ ہم نے عرض کیا کہ لڑکی شرماتی ہے اور خاموش رہتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہی (اس کا خاموش رہنا) اس کی اجازت ہے۔“

ولایت نکاح: لڑکی اگر صغیرہ ہو یعنی بلوغ کی عمر نہ پہنچی ہو تو اس کے نکاح کی اجازت اس کا ولی (Guardian) دیتا ہے۔ اسے ولایت نکاح کہا جاتا ہے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ایما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنکامها باطل فان اشتجروا

فالسلطان ولی من لا ولی له﴾ (۸۸ب)

”جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل (invalid) قرار پائے گا۔ اگر (اصل ولی کی غیر موجودگی کی وجہ سے) مختلف سرپرستوں میں تنازعہ اور اختلاف ہو جائے تو جس کا ولی نہ ہو وہاں کا مسلمان حکمران اس کا ولی شمار ہو گا۔“

تفویض طلاق: بعض دفعہ میاں بیوی میں کسی امر پر اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ شوہر بیوی کا مطالبه پورا نہیں کر سکتا اور اسے اس بات کا اختیار دے دیتا ہے کہ اگر وہ ان حالات میں رہنا گوارا نہیں کرتی تو اسے طلاق یا الگ ہونے کا خیار (option) ہے۔ اگر بیوی اس مطالبے سے دستبردار ہو جائے تو کیا خاوند کے دیئے ہوئے اختیار سے از خود طلاق واقع ہو گی یا نہیں۔

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ (آیات تحریر کے حوالے سے قرآن حکیم میں اس کی تفصیل آئی ہے اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج طاہرات کو اختیار دیا:

﴿خیرنا رسول الله ﷺ، فاختر ناه فلم يعد طلاقا﴾ (۸۹)

”ہمیں (یعنی سب ازواج کو) رسول اکرم ﷺ نے اختیار دیا پس ہم سب نے رسول اکرم ﷺ کو ہی اختیار کر لیا (یعنی اپنے مطالبے سے

دستبردار ہو گئیں اور حضرت کے ساتھ فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دی، پس اس اختیار کو طلاق قرار نہ دیا گیا۔

ام المؤمنینؐ کے اس ارشاد سے ان کی اجتہادی بصیرت ثابت ہوتی ہے۔

خیارِ عشق: اسلام وہ دین رحمت ہے جس نے امت مسلمہ کو غلاموں کو غلامی سے آزادی کرنے کی مختلف ترغیبات دیں، اسے کفارہ قرار دیا۔ نیکی سمجھ کر غلام کے آزاد کرنے کو اللہ کی رحمت اور برکت کا موجب قرار دیا۔ اگر کسی عورت کو جو غلامی کی زندگی گزار رہی ہو اور اس کے آقا نے اس کا نکاح کر دیا ہو آزادی کی نعمت میسر آجائے تو کیا ایسی عورت جو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ آقا کی مرضی سے نکاح میں دی گئی آزادی حاصل ہونے کے بعد کوئی اختیار حاصل ہوگا یا نہیں کہ اب وہ اپنی مرضی سے کسی سے نکاح کرے۔

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ بریرہؓ کو جب آزادی ملی تو:

﴿وَخَيْرٌ هُرَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَمَلَائِكَةٍ زوجُهَا فَاخْتَارَتْ نَفْسُهَا﴾ (۹۰)

”رسول اللہ ﷺ نے بریرہؓ کو اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے پہلے شوہر (جس کے نکاح میں اس کے آقا نے دیا تھا) کے پاس رہے یا الگ ہو جائے تو بریرہ نے الگ ہو جانا اختیار کیا۔ (یعنی الگ ہو کر اس نے اپنی مرضی سے نکاح کرنے کو ترجیح دی)“

عدت: نکاح ایک نعمت ہے جس سے ازدواجی زندگی کی مسرتیں میسر آتی ہیں۔ لہذا خاوند کے فوت ہونے پر عدت وفات اور کسی وجہ سے طلاق ہو جانے پر عدت طلاق گزارنے کا حکم قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ عدت کا یہ زمانہ انتظار گزارنے میں بہت سی حکمتیں ہیں جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَحْدِدَ عَلَىٰ إِمْرَءٍ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثَ إِلَّا عَلَىٰ زَوْجِهَا﴾ (۹۱)

”کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کا سوگ تین روز سے زیادہ منائے سوائے اپنے خاوند کے (یعنی خاوند کی عدت کے دوران وہ آرائش و زیبائش سے اجتناب کرے۔)“

تعزیرات

کوئی بھی انسانی معاشرہ ایسا نہیں جہاں جرام نہ ہوں۔ اسلام دین فطرت ہے اس نے ایسی حکیمانہ سزا میں تجویز کی ہیں جن کو نافذ کرنے کی ضرورت بہت کم پیش آئے لیکن ان سزاوں کی ہیبت سے لوگ جرم کرنے سے کافی حد تک خوفزدہ رہیں اور یوں معاشرے میں جرم کم سے کم واقع ہو۔

سرقة: ام المؤمنين فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے چوری کا نصاب بیان فرمایا: یعنی قرآن حکیم کے مطابق چور کے ہاتھ کاٹے جائیں لیکن سوال یہ ہے کہ کم از کم کتنا مال چرانے جس پر اس کے قطع یہ کی سزا دی جائے۔

﴿إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ فِي رَبْعٍ دِينَارٍ فَصَاعِدًا﴾ (۹۲)
”حضرور ﷺ کم از کم رباع دینار یعنی دینار کے چوتھے حصے کی مالیت شے چرانے یا اس سے زیادہ مالیت کی شے چرانے پر قطع یہ کی سزا دیا کرتے تھے۔“

اسلام، مغربی اقوام یا ہندو کی طرح انسانی طبقات میں فرق و امتیاز روا نہیں رکھتا۔ بلکہ اسلامی قانون کے مطابق مجرم شاہ ہو یا گدا، معزز ہو یا عام شہری ہو ہر صورت میں یکساں طور پر سزا کا مستحق ہوگا۔ یہ عدل کا وہ عدیم النظر پہلو ہے جس نے اسلامی قانون کو دنیا کے تمام قوانین پر فوقیت بخشی ہے۔

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ قریش میں بنو مخزوم کے قبیلے کو بڑی عزت و وقار کی

نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک مخزوںی عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ لوگ بڑے پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ حضور ﷺ کے پاس اس عورت کی سفارش کس سے کروائی جائے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ فقط اسامہ بن زید ہیں جو حضور ﷺ کے خاص طور پر منظور نظر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسامہ سے درخواست کیا وہ اسامہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں سفارش کر ڈالی تو (قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے) عدل و انصاف کا سبق دینے والے عادل نبی نے فرمایا۔

﴿يَا أَسَامِهِ! أَتَشْفَعُ فِي حَدٍ مِّنْ حَدُودِ اللَّهِ؟ وَاللَّهُ لَوْلَا فَاطِمَةَ﴾

بنت محمد سرقت، لقطعت یدها ﴿۹۳﴾

”اے اسامہ! کیا تو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد اور سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ قسم بخدا، اگر فاطمہ، محمد کی بیٹی بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اس کو بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتا۔“
ایک دوسری روایت میں ام المؤمنین مزید وضاحت سے اس واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔

﴿فَقَالَ لَهُ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍ مِّنْ حَدُودِ اللَّهِ؟ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ: إِنَّمَا أَهْلُكَ الَّذِينَ كَانُوا قَبْلَكُمْ أَنَّ الشَّرِيفَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ تَرَكَوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الْمُضْعِيفُ حَدَوْهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَوْلَا فَاطِمَةَ بَنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَتْ يَدَهَا.﴾ ﴿۹۳﴾

”آپ ﷺ نے اسامہ کو فرمایا: کیا تو اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود میں سے ایک حد اور سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کا ارتکاب کر لیتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب اور کمزور شخص چوری کر لیتا تو

اس پر حد جاری کرتے۔ قسم بخدا اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی سزا کے طور پر کاٹ ڈالتا۔

قتل یا موت کی سزا

اسلام میں انسانی خون کی حرمت بیان کی گئی ہے تاکہ معاشرے میں قتل کی واردات کم سے کم واقع ہوں۔ ام المؤمنین حضور ﷺ کا یہ ارشاد بیان فرماتی ہیں:

﴿لَا يَحِلُّ دمُ رَجُلٍ إِلَّا لِثَالِثَةِ﴾، رجل قتل فقتل اور جل زنا بعد

الاحسان او ارتد بعد اسلامه ﴿۹۵﴾

”کسی شخص کا خون ہرگز نہ بہایا جائے سوائے ان تین صورتوں کے:

- ۱۔ کسی شخص نے دوسرے کو قتل کیا تو اس کے بد لے اس قاتل کو قتل کیا جائے۔
- ۲۔ کسی شادی شدہ شخص نے بدکاری کا ارتکاب کیا تو اسے رجم کیا جائے حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔
- ۳۔ کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد مرد ہو جائے۔

شراب اور نشہ آور اشیاء:

نشہ آور اشیاء کا استعمال معاشرے میں جرام کا بہت بڑا سبب بنتا ہے۔ دنیا کی بعض اقوام میں مذہبی طور پر شراب کے استعمال کا جواز ہے لیکن اسلام وہ دین فطرت ہے جس نے اس ناپاک اور انتہائی مضر شے کو حرام قرار دیا تاکہ فرزندانِ توحید جنہیں حلال و حرام میں فرق و امتیاز بتایا گیا ہے اسے حرام سمجھ کر اس سے کلی اجتناب کریں اور یوں انسان اور انسانی معاشرہ اس کے نگین نقصانات سے محفوظ رہے۔

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ یمن سے کچھ لوگ آئے، اپنے ہاں ایک مروج مشروب کے بارے میں دریافت کیا تو رسول کریم ﷺ نے یہ بنیادی اصول بیان فرمایا:

﴿فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَسْكُرٍ حَرَامٌ﴾ (٩٦)

”رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہرنہہ آور شے حرام ہے۔“

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَنْبَذُوا فِي الْجَرِ ولا فِي الدَّبَاءِ ولا فِي الْمَزْفَتِ ولا فِي النَّقِيرِ﴾

فکل شراب مسکر فهو حرام﴾ (٩٧)

”جز، دبا، مزفت، نقیر (وہ برتن ہیں جن میں نبیذ بنائی جاتی تھی) کی نبیذ

استعمال میں نہ لاؤ ہر وہ مشروب جو نہہ آور ہے حرام ہے۔“

ام المؤمنینؐ فرماتی ہیں کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے کسی شراب کے بارے

میں نہ تو سوال پر نہ خود نام لے کر بلکہ اصولی طور پر یہ بیان فرمایا:

﴿كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرٌ فَهُوَ حَرَامٌ﴾ (٩٨)

”ہر وہ مشروب جو نہہ آور ہو پس وہ حرام ہے۔“

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم خود شراب کو حرام جانتے ہوئے تو اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتے، لیکن اگر اسے مال تجارت کے طور پر خرید و فروخت کر لیں تو اس میں کچھ ہرج نہیں۔

برطانیہ میں رقم الحروف کو خود ایسے تاجروں سے ملنے کا موقع ملا ہے جنہوں نے دیئے تو بفضلہ تعالیٰ انہوں نے گفتگو کے بعد اس کی تجارت کی حرمت کو تسلیم کیا۔
ام المؤمنینؐ بیان فرماتی ہیں:

﴿فَلَمَّا نُزِّلَتِ الْآيَاتُ مِنْ أَوَّلِ حُكْمَ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

فاقتراهن علی الناس ثم نهى عن التجارة في الخمر﴾ (٩٩)

”جب سورہ بقرہ کے آخری نصف کی آیات نازل ہوئیں تو رسول

کریم ﷺ نفس نفیس خود باہر نکلے لگوں کو ان آیات سے آگاہ کیا اور پھر شراب کی تجارت کرنے سے انہیں منع فرمادیا۔

متفرق مسائل

ام المؤمنینؑ مکث رین صحابہؓ میں سے ہیں اور آپؐ سے ۲۲۰۰ (دو ہزار دوسو) سے زائد احادیث مردی ہیں جن میں سے ۱۶۸ احادیث کا ذکر ہو چکا ہے اب ان میں سے فقط چند ایک احادیث جن میں متفرق مسائل بیان کیے گئے ہیں، قارئین کے مطالعہ کے لیے پیش کی جا رہی ہیں جس سے ان کی علمی اور فقہی بصیرت کا قدرے اندازہ ہو سکے گا۔

آداب طعام

کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت اور خیر و برکت کا موجب ہے۔ لیکن بھوک کی شدت سے اگر کوئی بھول جائے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا:

﴿فَمَنِ اكْلَ طَعَاماً فَلِيذْ كُرَاسِمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَإِنْ نَسِيَ إِنْ يَذْكُرُ اسْمَ اللَّهِ فِي أَوْلَهُ فَلِيقلُّ: بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوْلَهُ وَآخِرَهُ﴾ (۱۰۰)

”جو شخص کھانا کھائے تو سب سے پہلے اللہ کا نام لے اور اگر شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو (جب یاد آئے تو یہ کہے) بسم اللہ فی اولہ و اخرہ“

گویا ام المؤمنینؑ نے حضور ﷺ کا یہ رحمت بھرا ارشاد امت مسلمہ کو بتایا تاکہ خیر و برکت کا حصول ممکن ہو۔

عقيقة: بچے یا بچی کی ولادت پر خوشی اور سرت کے اظہار کے ساتھ ساتھ بارگاہ صمدیت میں شکر بجالانے کے لیے ام المؤمنینؑ نے عقيقة کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿أَمْرَنَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَقِيقَةِ عَنِ الْغَلامِ شَاتِنَ مَكَافِيتَانَ وَ

عن الجارية شاة ﴿١٠١﴾

”ہمیں رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ عقیقہ کریں۔ لڑکے نے لیے دو بھیڑ بکریاں عقیقہ کے لیے کافی ہیں اور لڑکی کے لیے ایک بھیڑ بکری۔“ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے لڑکی کی ولادت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں، انہیں رحمت دو عالم کا ارشاد سنایا جا رہا ہے کہ بیٹی کو بھی رحمت خیال کریں اور عقیقہ کریں۔ قبولِ دعوت: بعض دفعہ ایک ہی موقع پر دو طرف سے دعوت پر بلایا جاتا ہے۔ انسان تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کس کی دعوت قبول کرے کے انکار کرے اور کس جحت شرعی کی بنیاد پر ایسا کرے۔

ام المؤمنینؐ نے اس بارے میں رسول کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے وضاحت فرمادی:

﴿إِذَا دَعَاكَ الدَّاعِيَانَ فَأْجِبْ أَقْرَبَهُمَا مِنْكَ بَابًا فَانْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا أَقْرَبَهُمَا جُوارًا أوْ أَنْ سَبَقَ أَحَدَهُمَا فَأْجِبْ الَّذِي سَبَقَ﴾ ﴿١٠٢﴾

”جب دو شخصوں کی طرف سے دعوت موصول ہو تو اس کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے زیادہ قریب ہے۔ اگر دونوں برابر ہیں تو جو ہمسائیگی میں زیادہ قریب ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک پہلے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو جس نے دعوت دینے میں سبقت کی۔“

اس حدیث میں جسے دعوت موصول ہوئی ہے اس کی رہنمائی کی گئی ہے۔ میں السطور دعوت دینے والوں کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے۔

صدقة بطور ہدیہ: بعض دفعہ کسی غریب و نادر شخص کو صدقہ دیا جاتا ہے جو اس کے لیے جائز ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی امیر شخص یا ایسا شخص جسے صدقہ لینا جائز نہیں

اس صدقے میں سے بطور ہدیہ کوئی غذا استعمال میں لا سکتا ہے۔

حضرت بریہؓ جو آزاد کردہ باندی تھی۔ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا۔ ام المؤمنینؐ فرماتی ہیں میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا کہ یہ صدقے کا گوشت ہے جو کسی نے بریہؓ کو بھجوایا ہے تو رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

﴿هُولَهَا صَدَقَةٌ وَ لِنَاهِدِيَةٌ﴾ (۱۰۳)

”یہ گوشت اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے اس کی طرف سے ہدیہ ہے“ گویا اس کے کھانے میں قطعاً شرعی قباحت نہیں۔

د باغت کا مسئلہ: اسلام میں حلال جانور اگر مر جائے خواہ گرنے سے سینگ لگنے سے چوت لگنے سے گویا وہ ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو ایسے مردار کا کھانا حرام ہے یا ایسے جانور کو اس کی کھال سمیت ضائع کر دیا جائے۔

ام المؤمنینؐ ارشاد فرماتی ہیں:

﴿إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ الْأَكْبَرُ أَمْرٌ بِجَلْوَدِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبَغْتَ إِنْ يَسْتَمْتَعَ بِهَا﴾ (۱۰۲)

”رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ایسے مردار جانوروں کی کھالوں کی اگر دباغت کر لی جائے تو انہیں کام میں لا یا جا سکتا ہے۔“

مرفوع القلم

اسلامی قانون کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شاہ و گداونوں کو مساوی رکھتا ہے جبکہ مغربی قانون اور دنیا کی دیگر اقوام کے قانون میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ تاہم بعض ایسے حالات ہوتے ہیں جن میں قانون کا نفاذ نہیں ہوتا۔

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿رَفْعُ الْقَلْمَنْ عَنْ ثَلَاثَةِ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتِيقْظَ، وَ عَنِ الْمُبْتَلِي

حتیٰ یبراً و عن الصغیر حتیٰ یکبر ﴿۱۰۵﴾

”قانون کی گرفت سے تین اشخاص مستثنی ہیں۔ سو یا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو جائے۔ گرفتار بلا جب تک بحال نہ ہو جائے اور کم سن جب تک بڑا نہ ہو جائے۔“

گویا رحمت دو عالم ﷺ کے قانون رحمت میں سوئے ہوئے، مضطرب اور کم سن کے لیے رحمت بھری رعایت دے دی گئی۔ ذرا غور کیجیے اگر یہ رعایت نہ ہو تو خواب کی حالت میں، حالتِ اضطرار میں اور کسی کی بناء پر کتنے بیچارے لوگ قانون کی زد میں آ جائیں۔

بیٹے کے مال پر باپ کا حق

اسلام نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی جو تاکید اور تلقین کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن حکیم میں والدین کی عظمت کو اجاگر کر کے ان سے احسان کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآن پر ایمان رکھنے والے فرزندان توحید مان باپ کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تب بھی رحمت دو عالم نے والدین کے خصوصی حق کو اپنے ارشاد گرامی میں مزید واضح فرمایا۔

ام المؤمنینؐ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ولد الرجل من أطيب كسبه فليأكل من كسبه﴾ (۱۰۶)

”بیٹا اپنے باپ کی بہترین کمائی ہے پس باپ کو اپنی کمائی سے کھانے کی اجازت ہے۔“

گویا حضور ﷺ نے ایک طرف والدین کے حقوق بیان فرمائے تو ساتھ ہی ساتھ اولاد کو ان کے فرائض کی طرف بھی توجہ دلادی تاکہ وہ از خود ان کی خدمت کے لیے ہر لمحہ کمر بستہ رہیں۔

جامع نصیحت: حضرت امیر معاویہؓ نے ام المؤمنینؑ سے ایک مختصر اور انتہائی جامع نصیحت کی درخواست کی تو ام المؤمنینؑ نے انہیں جواب میں یہ تحریر فرمایا:

﴿إِنَّمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ طَلَبَ رِضَاَ اللَّهِ بِسُخْطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللَّهُ مَؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنْ تَمْسَكَ بِسُخْطِ اللَّهِ بِرِضَاِ النَّاسِ وَكُلَّهُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ وَالسَّلَامُ﴾ (١٠٧)

”بے شک میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنائے۔
آپ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی رضا اور خوشنودی کا
طلبگار ہو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی آفت سے محفوظ رکھنے کے لیے کافی
ہے اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا
چاہی اللہ تعالیٰ اسے انہیں کے حوالے کر دیتا ہے۔ والسلام۔“

حواله جات

٢٩	٢- سير الصحابيات،	٩٥	١- مند عائشة،
٣٩٧	٣- ضياء القرآن،	٢٩	٣- ايضاً،
٢١٧	٦- ايضاً، ١٠١	٣٦	٥- مند عائشة،
٢٢٥	٨- ايضاً، ٢٣٨	٢٣٨	٧- ايضاً،
١٥٦	١٠- ايضاً، ٢٣١	٢٣١	٩- ايضاً،
١٠٧	١٢- النساء، ١٦	١٦	١١- ايضاً،
	١٣- مند عائشة،		١٣- النور،
	٣٠- ترمذى، السنن، ٥٠٥/٥، سير الصحابيات،		
٣٩٩	١٤- بير كرم شاه، ضياء القرآن، ١/١	٢٧	١٦- مند عائشة،
٢٢٣	١٩- ايضاً، ٢١٦	٢١٦	١٨- مند عائشة،
٢٩	٢١- ايضاً، ٥٢	٥٢	٢٠- ايضاً،
٣٧	٢٣- ايضاً، ٩٨	٩٨	٢٢- ايضاً،
٦٠	٢٥- ايضاً، ١٦	١٦	٢٣- ايضاً،
٣٩-٢٣٨	٢٧- القلم، ٢٦	١٩٥	٢٦- ايضاً،
	٢٩- مند عائشة، ٣٣١/٥	٣٣١/٥	٢٨- ضياء القرآن،
٢٣٦	٣١- ايضاً، ١٩٨	١٩٨	٣٠- ايضاً،
١٩٠	٣٣- ايضاً، ٣٦	٣٦	٣٢- ايضاً،
١٧٣	٣٥- ايضاً، ٣٠	٣٠	٣٣- ايضاً،
٥٧	٣٧- ايضاً، ١٩	١٩	٣٦- ايضاً،

٢٥٢	‘ايضاً’	-٣٩	٩٨، ٢١٠	٣٨ - ‘ايضاً’
٢٠٩	‘ايضاً’	-٣١	١٢٥	٣٠ - ‘ايضاً’
٢٣٩ - ٢٣٨	‘ايضاً’	-٣٣	١٨٧	٢٢ - ‘ايضاً’
٢٦	‘ايضاً’	-٣٥	٢٦	٢٢ - سير اصحابيات
٢٢٧	‘ايضاً’	-٣٧	٣٨ - ٣٧	٣٦ - مند عائشة
٣٩	‘ايضاً’	-٣٩	١٢٥	٣٨ - ‘ايضاً’
١٢٩ - ١٢٨	‘ايضاً’	-٥١	٣١	٥٠ - ‘ايضاً’
١٢٥	‘ايضاً’	-٥٣	٢٢٥	٥٢ - ‘ايضاً’
٣٥	‘ايضاً’	-٥٥	٥٦	٥٣ - ‘ايضاً’
٥٥ - ٥٣	‘ايضاً’	-٥٧	٢٣٦	٥٦ - ‘ايضاً’
٢٣٠	‘ايضاً’	-٥٩	١٢١	٥٨ - ‘ايضاً’
٨ - ٧	‘ايضاً’	-٦١	١٢٢	٦٠ - ‘ايضاً’
٢٥١ - ٢٥٠	‘ايضاً’	-٦٣	٣٩	٦٢ - ‘ايضاً’
٥	‘ايضاً’	-٦٥	٧١	٦٢ - ‘ايضاً’
٧٦	‘ايضاً’	-٦٧	٧٦	٦٦ - ‘ايضاً’
٢٢٢	‘ايضاً’	-٦٩	٩١	٦٨ - ‘ايضاً’
٢٢٩	‘ايضاً’	-٧١	١٧	٧٠ - ‘ايضاً’
٨٣	‘ايضاً’	-٧٣	٣٨	٧٢ - ‘ايضاً’
١٠	‘ايضاً’	-٧٥	٥٦	٧٣ - ‘ايضاً’
٣٩	‘ايضاً’	-٧٧	١٢	٧٦ - ‘ايضاً’
١٨٥	‘ايضاً’	-٧٩	٦٦	٧٨ - ‘ايضاً’

٥٢	اٰيضاً،	-٨١	٧٧	-٨٠
١٧	اٰيضاً،	-٨٣	٥٢	-٨٢
٢١	اٰيضاً،	-٨٥	١٦	-٨٣
٧٠	اٰيضاً،	-٨٧	٢١٥	-٨٦
١٩	اٰيضاً،	-٨٨/A	٢٠٣	-٨٨
٧٧	اٰيضاً،	-٩٠	٢٣٣	-٨٩
٨٠	اٰيضاً،	-٩٢	٣٢	-٩١
٥٨	اٰيضاً،	-٩٣	٢٣٢	-٩٣
٣٦	اٰيضاً،	-٩٦	٢١٧	-٩٥
٩٥	اٰيضاً،	-٩٨	٧٣	-٩٧
١٥٩	اٰيضاً،	-١٠٠	١٩٠	-٩٩
١٧٦	اٰيضاً،	-١٠٢	١٥٩	-١٠١
٢٣٧	اٰيضاً،	-١٠٣	٢٠٦	-١٠٣
٢٢٥، ٢٠٩	اٰيضاً،	-١٠٦	٢٣٧	-١٠٥
		١٣٢	اٰيضاً،	-١٠٧

نبی کریم ﷺ
کی تعدد دا زداج کی حکمتیں

فہرست مضافات

نبی کریم ﷺ کی تعداد از واج کی حکمتیں

95

تعداد از واج کی حکمتیں

کلی دور میں شرف زوجیت حاصل کرنے والی امہات المؤمنین ذی القیمة

99	حضرت خدیجہ <small>ذی القیمة</small>	-1
99	حضرت سودہ <small>ذی القیمة</small>	-2
99	حضرت عائشہ <small>ذی القیمة</small>	-3

مدنی دور میں آپ ﷺ کے نکاح میں آنے والی امہات المؤمنین ذی القیمة

100	حضرت حفصة <small>ذی القیمة</small>	-1
101	حضرت زینب بنت خزیمہ <small>ذی القیمة</small>	-2
102	حضرت ام سلمہ <small>ذی القیمة</small>	-3
103	حضرت زینب بنت جحش <small>ذی القیمة</small>	-4
107	حضرت جویریہ <small>ذی القیمة</small>	-5
109	حضرت اُم حبیبہ <small>ذی القیمة</small>	-6
110	حضرت میمونہ <small>ذی القیمة</small>	-7
111	حضرت صفیہ <small>ذی القیمة</small>	-8
113	خلاصہ کلام	☆

حضور ﷺ کی عظمت کا میں السطور اعتراف کرنے والے مستشرقین

115	منکمری واث کا بیان	-1
116	جان بیکٹ گلب کا بیان	-2
119	حوالہ جات	☆

نبی کریم ﷺ کی تعداد ازدواج کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے رسول اعظم و آخر ﷺ کو خصوصی عظمتوں سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، رحمۃ للعالمین، کافۃ للناس ہیں، بشیر و نذیر اور سراج منیر ہیں۔ صاحب خلق عظیم ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات عالمی، آفاقی، قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے ضابطہ حیات، جامع، روشن، محفوظ اور حکمت و بصیرت پر بنی ہیں۔ آپ ﷺ کی ہمہ پہلو مثالی شخصیت میں آپ کا مثالی شوہر ہونا بھی فرزندانِ توحید کے لیے خصوصاً اور نوع انسانی کے لیے عموماً بے شمار دینی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی اور قومی و ملی اسماق کی طرف ہمیں دعوتِ فکر و عمل دے رہا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معاشرہ قبائل سے تشکیل پاتا ہے۔ قبائل خاندان سے بنتے ہیں اور خاندان افراد کے ملأپ سے وجود میں آتے ہیں۔ یوں نکاح انسانی تمدن کا سنگ بنیاد قرار پاتا ہے۔ اسی لیے صحیفہ فطرت، قرآن حکیم میں سب سے زیادہ احکام عائی اور منزلی زندگی سے متعلق صراحة سے بیان کیے گئے ہیں تاکہ اسلامی معاشرہ صحت مند بنیادوں پر استوار ہو اور خوشگوار و مستحکم ہو۔ حضور ﷺ مؤمنین کے لیے تو حیاتِ انسانی کے جملہ شعبوں میں اسوہ حسنہ ہیں لیکن زیر نظر پہلو مثالی شوہر ہونے کے ناطے سے آپ ﷺ نے مؤمنین کے لیے ایک مثالی نمونہ عمل پیش فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ازدواج طاہرات کے لیے ایک مثالی دینی ماحول مہیا کرنا، ازدواج طاہرات کو فیضانِ تربیت سے مستغیر کرنا۔

ازواج میں باہمی خیرگالی کے جذبات پیدا کرنا، انہیں اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ کرنا، زہد و عبادت کی طرف مائل کرنا، جود و سخا کے جذبے کو ابھارنا اور سب سے بڑھ کر امت مسلمہ کی خواتین کی بالخصوص اور اہل ایمان کی بالعموم دینی تعلیم و تربیت کا فریضہ احسن طریق سے انجام دینے کا ذوق و شوق پیدا کرنا ایسے اہم امور ہیں جو ہمیں اپنے گھریلو ماحول کو سنوارنے اور منزلي زندگی کو خوشگوار اور مستحکم بنانے کے لیے زریں اصول عطا کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ازواج طاہرات سے حسن سلوک کا اہتمام فرمایا۔ ان کی ضروریات کی کفالت کے ساتھ ساتھ ان کی دلجمی اور دلنوازی فرمائی اور عدل بین النساء کا وہ مثالی نمونہ پیش فرمایا کہ پوری تاریخ عالم میں ڈھونڈے سے اس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے جہاں مومن مردوں کو ﴿عاسروهں بالمعروف﴾ کے ارشاد رباني کی تلقین فرمائی وہاں مومن عورتوں کو ﴿فالصلحت قنت حفظت للغیب بما حفظ اللہ﴾ کے ارشاد باری سے اپنے فرائض سے آگئی بخشی۔

رحمت دو عالم ﷺ کی یہ رحمت بھری تعلیمات فقط مومنین کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر اقوام عالم کے لیے بھی کامل نمونہ عمل ہیں۔ غیر مسلم بھی حضور ﷺ کے عطا فرمودہ حقوق زوجین کے نظام کو اپنا کر اپنی زندگی کو پُر سکون بنانے سکتے ہیں۔ مستشرقین میں معدودے چند ہیں جنہوں نے حقائق کا جائزہ لے کر آپ ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے۔ تاہم دیگر مستشرقین بھی تعصّب کی عینک اتار کر مغربی تمدن کی جہاں فیملی لاٹف بری طرح تباہی کا شکار ہو چکی ہے، اصلاح احوال کے لیے اپنی مساعی عمل میں لا سکتے ہیں۔ محض بے ہودہ اور لغو مزعومات کو ملحوظ رکھتے ہوئے طعن و تشنیع کے تیر چلانے پر وقت ضائع کرنے کے بجائے اگر مستشرقین حقائق کا جائزہ لے کر حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو تعمیزی امور میں صرف کریں تو مغربی ماحول کی اصلاح کر کے انسانیت کی خدمت کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔

برطانوی مفکر اور دانشور جارج برناڑ شانے بجا کہا ہے:
 ”مجھے یقین ہے کہ اگر آج دنیا کی قیادت محمد ﷺ جیسے کسی آدمی کے
 ہاتھ میں دے دی جائے تو وہ دنیا کو درپیش تمام مسائل کو حل کرنے میں
 کامیاب ہو جائے اور اسے امن و سلامتی اور سعادت کا گھوارہ بنادے۔“
 ذرا اس کے یہ چونکا دینے والے جملے ملاحظہ ہوں:

”برطانیہ اور یورپ تباہی کے جس گڑھے کی طرف جا رہے ہیں اگر اس
 سے بچنے کے لیے کسی دین کی پیروی کی ضرورت محسوس کریں تو اس
 غرض کے لیے ان کے سامنے صرف دین اسلام ہوگا اور میں دیکھ رہا
 ہوں کہ آئندہ سو سال میں برطانیہ اور یورپ اسلام کے دامن میں پناہ
 لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

قرآن حکیم نے اس حقیقت کی طرف سینکڑوں برس پہلے پوری نوع انسانی کو
 توجہ دلائی تھی:

﴿وَمَنْ يَتَعَنَّ عِبَادَةَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْأَخْرَةِ مِنَ الْخَسَرِينَ﴾
 اسلام کو نورانی تعلیمات اور سیرت طیبہ اور حضور کریم ﷺ کا اسوہ حسنة آج
 پھر فرزندانِ توحید اور غیر مسلموں کو دعوت فکر و عمل دے رہا ہے جو ان مسلم سکالرز کا فریضہ
 ہے کہ حضور ﷺ کے نورِ فکر کو اطرافِ داکنافِ عالم تک پھیلا دیں۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
 دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے
 قرآن حکیم کے مطالعہ اور اس پر غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے
 آتی ہے کہ دور دور تک پھیلی ہوئی وسیع و عریض کائنات کا نظام — اللہ تعالیٰ کی حکمت
 بالغہ کے مطابق چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسببِ الاسباب ہے اور یہ کائنات عالم اسباب ہے

جہاں اسباب کے نتیجے میں مختلف امور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ سورج، چاند، ستارے، آسمان، زمین، پہاڑ، شجر و جنگل، بحری و بری مخلوقات اور مخلوقات کی وہ فرمیں جو ابھی تک انسانی ادراک سے ماوراء ہیں۔ ان سب کا نظام اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب کے مطابق انجام پا رہا ہے۔ اس تناظر میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ازدواج کی مثالی تربیت کا انتظام زوجات طاہرات کے حضور ﷺ کی زوجیت میں آنے سے پہلے بھی فرمایا اور پھر آپ ﷺ کے فیضان تربیت میں آنے کے بعد احسن طور پر فرمادیا تھا۔ دوسری طرف حضور ﷺ کو اس نورِ فراست اور حکمت و بصیرت سے نوازا کہ عالم اسباب میں حضور ﷺ نے ازدواجِ مطہرات کا انتخاب ایسا فرمایا کہ ازدواج طاہرات نے دین کی تبلیغ و اشاعت میں عظیم کردار ادا کیا۔

حضور ﷺ کے ازدواجی مصالح کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس میں ہمیں امت مسلمہ کی تعلیمی و تربیتی، عائی و منزلي، دینی و شرعی، سیاسی و قانونی، معاشی و اقتصادی، معاشرتی و تمدنی اور قومی و ملی تقاضوں کی تکمیل نظر آتی ہے۔ دین کا لفظ بڑا جامع ہے۔ یہ وہ شاہراہ ہے جس سے مختلف راستے اور حیاتِ انسانی کے مختلف شعبے معرض وجود میں آتے ہیں۔ ازدواجِ مطہرات نے علمی و تعلیمی خدمات انجام دیں۔ خاص طور پر خواتین کی رہنمائی فرمائی، اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اکثر ازدواج طاہرات نے طویل عمریں پائیں اور صحابہ، صحابیات اور امت مسلمہ کے افراد تک آپ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ اور آپ ﷺ کے معمولات حسنہ کو پہنچایا۔ آپ ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہ، ام المؤمنین حضرت عائشہؓؑ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ دینی احکام کا چوتھائی حصہ ان کے ذریعے امت تک پہنچا۔ ازدواجی مصالح میں ہمیں حضور ﷺ کی رحمت کا پہلو جھلکتا نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کی بعض ازدواجِ مطہرات معاشی اور کفالتی مصالح کی بنی پر آپ ﷺ کی

روجیت میں آئیں۔ بعض سے نکاح آپ ﷺ نے اپنے مقربین کی دلجمی کے لیے فرمائے۔ تفصیل میں جانے سے قبل آپ ﷺ کے ازدواجی مصالح کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ آپ ﷺ نے پہلا نکاح حضرت خدیجہ ؓ سے فرمایا۔ مشہور روایت کے مطابق آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال تھی جو کہ نو خیز جوانی کا دور ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ نے ایک چالیس برس کی بیوہ خاتون سے شادی کی اور ان کی وفات تک پورے ۲۵ برس آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی انتہائی خوشگوار گزری اور آپ ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ ؓ سے ہوئی۔ نورِ فراست سے آپ ﷺ کا یہ انتخاب کس قدر کامیاب رہا، تاریخِ اسلام کے اوراق ان سے روشن ہیں۔ حضرت خدیجہ ؓ کی وہ عظیم خدمات جو آپ ﷺ نے دین کے فروع اور اشاعت و تبلیغ اور حضور ﷺ کی موسس و غنوہ رفیقة حیات کے حوالے سے انجام دیں، محتاجِ بیان نہیں۔

۲۔ حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے ایک پچاس برس کی بیوہ حضرت سودہ ؓ سے شادی کی یہ دور مشرکین مکہ کی ایذا و سانی کا دور ہے اور آپ ﷺ کی تبلیغی مساعی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ ایسے نازک وقت میں بچیوں کی دیکھ بھال، ان کی پرورش اور گھر کے انتظام کو بہتر طور پر چلانے کے لیے ناگزیر تھی اور تاریخ نے بتایا کہ یہ نکاح کتنا مفید و موثر ثابت ہوا۔

۳۔ مکہ مکرہ میں آپ ﷺ کے تاجر دوست جو آپ ﷺ کے نبوت کے اعلان سے پہلے آپ ﷺ کے مخلص ساتھی تھے اور بعد میں سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر صدیق کے لقب کا اعزاز حاصل کرنے والے آپ ﷺ کے رفیق غار اور صحابہ کرام ﷺ میں اعلیٰ وارفع مقام حاصل کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اسلام کی ترویج و اشاعت میں آپ ﷺ کی عظیم خدمات کس سے مخفی ہیں۔ اپنے دیرینہ دوست، جاں نثار ساتھی اور مقرب کی دلجمی کے لیے آپ ﷺ

نے ان کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے نکاح فرمایا اور تاریخ نے ثابت کیا کہ یہ نکاح حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد امت مسلمہ کے لیے انتہائی مبارک ثابت ہوا اور حضرت عائشہؓ کو معلمہ امت کہا گیا۔

مکہ مکرہ سے ہجرت کرنے کے بعد ۲ ہجری سے ۷ ہجری تک آپ ﷺ نے مختلف ازدواج مطہرات کو شرفِ زوجیت بخشنا۔ یہ انتہائی کٹھن، پُر خطر اور دشوار وہ نازک دور ہے جہاں ایک طرف پوری سرز میں عرب میں تبلیغی سرگرمیاں اپنے عروج پر پہنچنے کے خواں سے وقت طلب اور وقت طلب منصوبہ بندی عمل میں آ رہی تھی اور دوسری طرف مشرکین مکہ کی طرف سے جنگ کے خطرات امداد کر آ رہے تھے اور عظیم غزوات کا وقوع اسی دور میں ہوا جس میں حق باطل کے زرع میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اس دور میں حضور ﷺ نے الگ الگ وجوہات کی بنا پر متعدد نکاح فرمائے جن کا مقصد کہیں مقربین کی دلجوئی اور ان سے اظہارِ موادت و شفقت تھا، کہیں رحمت بھرا سلوک تھا، کہیں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے سیاسی استحکام تھا، کہیں عرب معاشرے کی فتح رسم کی اصلاح مقصود تھی لیکن ایک مسلمہ اور ناقابل انکار حقیقت بہر صورت ملحوظ تھی اور وہ یہ کہ اسلام کو فروع حاصل ہو۔ دین کی ترویج و اشاعت ہو اور حضور ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ اور معمولات سے بالخصوص حلقہ خواتین اور بالعموم امت مسلمہ کو آگاہ کیا جائے۔

اب ہم قدرے تفصیل سے اس دور میں آپ ﷺ کے نکاح میں آنے والی اور شرفِ زوجیت سے بہرہ ور ہونے والی امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ حضرت حفصہؓ

یہ حضرت عمر فاروق رضی تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت حُمیس بن حذافہؓ سے ہوا تھا۔ حضرت حفصہؓ اپنے ماں، باپ اور شوہر کے ساتھ

مسلمان ہوئیں۔ شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں حُسْنیس رضی اللہ عنہ نے زخم کھائے اور واپس آ کر ان ہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی۔ عدت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی فکر ہوئی۔ اسی زمانہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش کی۔

ان کے انکار پر انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے

بھی خاموشی اختیار کی:

”ان حالات میں حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس نکاح کے ذریعے حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ رشتہ مصاہرات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر کر دیا۔ اسلام کی ایک مخلص مجاہدہ جس نے دین کی خاطر میدان بدر میں خدمات سرانجام دیتے ہوئے اپنا سہاگ قربان کیا تھا۔ اس نکاح کے ذریعے حضور ﷺ نے اس مجاہدہ کے زخموں پر مرہم رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی لخت جگر کی بیوگی نے جس پریشانی میں بتلا کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے اس نکاح کے ذریعے سے انہیں اس پریشانی سے نکالا۔“ (۱)

۲۔ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

”چونکہ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لیے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہو گئیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے عبد اللہ بن ججش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ عبد اللہ بن ججش رضی اللہ عنہ نے جنگ أحد میں شہادت پائی اور آنحضرت ﷺ نے اسی سال ان سے نکاح

کر لیا۔ نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حضرت خدیجہؓ کے بعد صرف یہی بی بی تھیں جنہوں نے وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنتِ البقیع میں دفن ہوئیں۔“ (۲)

”ان کا پہلا نکاح طفیل سے ہوا، ان کا دوسرا نکاح اسلام کے بطل جلیل عبیدہ بن حارثؓ سے ہوا جو جنگ بدرا میں تاریخِ وفا کا روشن ترین بابِ رقم کرتے ہوئے شہید ہوئے..... اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحشؓ سے ہوا۔ جنگِ أحد میں انہوں نے بھی اپنے سر پر شہادت کا تاج سجا�ا اور حضرت نبی ﷺ کو داغِ مفارقت دے کر دارآخت کو سدھا ر گئے۔ اسلام کی یہ مخلصِ مجاہدہ جس نے حق و باطل کے ابتدائی دو معروکوں میں اپنے دو سرتاج قربان کر کے انتہائی صبر و اسقامت کا مظاہرہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشنا۔“ (۳)

۳۔ حضرت اُم سلمہؓ

”عبداللہ بن عبد الاسد سے جو زیادہ تر ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور ہیں اور جو اُم سلمہؓ کے پچازاد اور آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے، نکاح ہوا۔ آغازِ نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لا میں اور ان ہی کے ساتھ جب شہ کی طرف ہجرت کی۔ جب شہ میں کچھ زمانہ تک قیام کر کے مکہ واپس آ میں اور یہاں سے مدینہ ہجرت کی..... ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اہل سیر کے نزدیک وہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ میں آ میں۔ ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے۔“ (۴)

”غزوہ احمد میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے اور ان کی عظیم اہلیہ مجاہدین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ اس جنگ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے ان کا یہ زخم تو مندل ہو گیا لیکن کچھ عرصہ بعد ایک اور مہم کے دوران ان کا پہلا زخم پھر کھل گیا اور وہ جانب رہ ہو سکے۔ ان کے انتقال کے وقت حضور ﷺ ان کے پاس موجود تھے۔

ان کے انتقال کے وقت حضور ﷺ ان کے پاس موجود تھے۔ ان کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے خود اپنے دست اقدس سے ان کی آنکھیں بند کیں تھیں اور ان کے لیے دعا مغفرت بھی فرمائی تھی۔

”حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ایک بیوہ اور چار میتیم بچے چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے..... اپنے رضاعی بھائی کی بیوہ اور اس کے بچوں کو کسی پرسی کی حالت میں دیکھنا حضور ﷺ کے شفیق دل پر شاق گزرا اور آپ ﷺ نے ان کو اپنی رحمۃ للعالمین کی چادر میں چھپانے کا فیصلہ کر لیا۔ عدت گزرنے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو پیغام نکاح بھیجا..... اور ان سے نکاح کر لیا۔ اس طرح حضور ﷺ نے اپنے رضاعی بھائی کے میتیم بچوں کی کفالت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور ان کی بیوہ کے اس گھرے زخم پر مرہم رکھا جو انہیں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم خاوند کی جدائی سے لگا تھا۔“ (۵)

۲۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لا میں اسد الغابہ میں ہے: کانت قدیمة الاسلام۔

”آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متبہنی تھے ان کا نکاح کر دیا۔ اسلام نے دنیا میں مساوات کی جو تعلیم راجح کی ہے اور پست و بلند کو جس طرح ایک جگہ پر لاکھڑا کر دیا ہے اگرچہ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقيت رکھتا ہے کیونکہ اسی سے عملی تعلیم کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ قریش اور خصوصاً خاندان بنو ہاشم کو تولیت کعبہ کی وجہ سے عرب میں جو درجہ حاصل تھا۔ اس کے لحاظ سے شاہان یمن بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے لیکن اسلام نے محض تقویٰ کو بزرگی کا معیار قرار دیا اور فخر و ادعاء کو جاہلیت کا شعار ٹھہرایا ہے۔ اس بنا پر اگرچہ حضرت زید بن حارثہ ؓ کی بظاہر غلام تھے تاہم چونکہ وہ مسلمان ہوئے مارد صالح تھے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کو ان کے ساتھ نسب ہنہنہ کا عقد کر دینے میں کوئی تکلف نہ ہوا۔“ (۶)

یہ تو اسلامی اخوت و مساوات کی روشن مثال تھی کہ بنو ہاشم کے قبیلے کی ایک معزز خاتون کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے ہوا۔ بنو ہاشم کو پورے عرب میں جو عزت و وقار کا مقام حاصل تھا وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن اسلام وہ دین فطرت ہے جس نے عزت و وقار اور عظمت انسانی کا معیار نسب پر نہیں بلکہ تقویٰ پر رکھا ہے چنانچہ حریت، مساوات اور اخوت انسانی کے علمبردار رسول کریم ﷺ نے اذن خداوندی سے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ ؓ کی طرف پیغام نکاح از خود بھجوایا تھا۔ قریش کی معزز ترین خاتون اور اس کے خاندان کے لیے اگرچہ زمانے کے دستور کے مطابق یہ بات قابل قبول نہ تھی لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی اطاعت میں سرتسلیم خم کر دیا۔

لیکن ان کی ازدواجی زندگی میں بوجوہ بہار نہ آ سکی۔ حضرت زید بن عائشہ طلاق بھی نہ دے سکتے تھے کیونکہ یہ نکاح ان کے منعم و مرتبی حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دینے سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ اس اثناء میں یہ وحی نازل ہوئی:

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ امْسَكْ عَلَيْكَ

زوجك و اتق اللَّهَ و تخفى فِي نفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهٌ و تَخْشِي

النَّاسَ وَاللَّهُ أَحْقَقَ إِنْ تَخْشَهُ فَلِمَا قَضَى زِيدٌ مِنْهَا

و طراز و جنکھا الکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج

ادعیاء هم اذا قصوا منهن و طرا . و كان امر الله مفعولاً ﴿٧﴾

”اور یاد کیجیے جب آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کو جس پر اللہ نے بھی

احسان فرمایا اور آپ ﷺ نے بھی احسان فرمایا، اپنی بی بی کو اپنی

زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ ﷺ رکھے ہوئے تھے

اپنے جی میں وہ بات جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا آپ ﷺ کو اندیشہ

تھا لوگوں (کے طعن و تشنیع) کا حال انکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ

آپ ﷺ اس سے ڈریں۔ پھر جب پوری کر لی زید بن عائشہ نے اسے

طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا

تاکہ (اس عملی سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو، اپنے منه

بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ انہیں طلاق دینے کا

ارادہ کر لیں اور اللہ کا حکم تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔“

جسٹش پیر محمد کرم شاہ الا زھری نے اس واقعہ پر مبسوط تبصرہ کرتے ہوئے ان کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”اس واقعے کے تمام اہم نکات کو قرآن حکیم نے خود بیان کر دیا ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ کو حضرت زیدؓ کے لیے پیغام

بھیجا، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی خدا اور خدا کے رسول ﷺ کا فیصلہ قرار

دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اعلان فرمادیا ہے کہ زیدؓ کے طلاق

دینے کے بعد زینبؓ کا اپنے حبیب سے نکاح ہم نے خود کر دیا۔

اس نکاح کی حکمت بھی بتا دی کہ اپنے حبیب ﷺ کا یہ نکاح ہم نے

اس لیے کیا ہے۔ یہ نکاح امت مسلمہ کے لیے رحمت بن جائے اور اپنے

منہ بولے بیٹھ کی بیویوں سے طلاق کے بعد نکاح کرنے میں مسلمانوں

کے لیے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس حکمت کو ظاہر فرمایا بلکہ اس مشکل ترین حکم کے

نفاذ کے وقت حضور ﷺ کے دل میں جو خدشات پیدا ہوئے تھے ان کو

بھی خفیہ نہیں رہنے دیا بلکہ ظاہر فرمادیا۔“ (۸)

حضور ﷺ نے حکم خداوندی کے مطابق حضرت زینبؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیا لیکن مخالفین اور معاندین نے حضور ﷺ کے خلاف طرح طرح کے الزام لگانے شروع کر دیئے اور مستشرقین نے بھی جو ہمیشہ حضور ﷺ کی عظمت و شان گھٹانے کے لیے کوشش رہتے ہیں۔ واقعہ کو خوب اچھا لانا اور افسانوی رنگ دینے کی کوشش کی۔

منگمری و اٹ بھی مستشرقین میں شامل ہے تاہم اس نے حضرت نبی ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کی شادی کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The criticism of Muhammad, then was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?"(9)

۵۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

حارث بن ضرار حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے۔

"حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان (ذی شفر) سے ہوا تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور شوہر مسافع دونوں دشمن اسلام تھے چنانچہ حارث نے قریش کے اشارہ سے یا خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو مزید تحقیقات کے لیے بریدہ بن حصیب اسلمی کو روانہ کیا۔ انہوں نے واپس آ کر خبر کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم دیا۔ شعبان ۵ھ کو فوجیں مدینہ سے روانہ ہوئیں اور مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل دور ہے پہنچ کر قیام کیا لیکن حارث کو یہ خبریں پہلے سے پہنچ چکی تھیں اس لیے اس کی جمیعت منتشر ہو گئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے انہوں نے صفاتی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے دفعۃ ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ۱۱ آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے جن کی تعداد تقریباً ۶۰۰ سو تھی..... لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ (۱۰)

مولانا سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن الحلق کی روایت ذکر کرنے کے بعد دوسری روایت بیان کی ہے جو زیادہ واضح ہے۔

”حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کا باپ (حارت) رئیس عرب تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ جب گرفتار ہوئیں تو حارت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔ میں اپنے قبیلے کا سردار اور رئیس عرب ہوں آپ اس کو آزاد کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ رضی اللہ عنہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارت نے جا کر جویریہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ محمد ﷺ نے تیری مرضی پر رکھا ہے دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے شادی کوئی۔“

ابن سعد نے طبقات سے روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کے والد نے ان کا زردیہ ادا کیا۔ جب وہ آزاد ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ سے جب آپ ﷺ نے نکاح کیا تو تمام اسیران جنگ جو اہل فوج کے حصہ میں آ گئے تھے دفعتاً رہا کر دیئے گئے۔ فوج نے کہا کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی وہ غلام نہیں ہو سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو جویریہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا ان کے سبب سے بِنَصْلُونَ گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کا نام بڑھ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بدلت کر جویریہ رضی اللہ عنہ رکھا کیونکہ اس میں بد فالی تھی۔ (۱۱)

پیر محمد کرم شاہ الازھری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بِنُو مُصْطَلِقْ قَبِيلَه کے کئی لوگ اسیر ہو کر غلام بن گئے تھے ان میں ان کے سردار کی بیٹی بھی شامل تھی۔ گو وہ لوگ حضور ﷺ کے کڑ دشمن تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کے مشن کو تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن حضور ﷺ دنیوی بادشاہ نہ تھے کہ اپنے دشمن کو ذلت کے گڑھے میں دیکھ کر خوش ہوتے بلکہ آپ ﷺ تو رحمت عالم بن کر تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک ایسی سنت قائم کی جس کے ذریعے شکست خورده دشمن کے لیے ذلتوں کے نہیں رفتتوں کے راستے کھل گئے۔“ (۱۲)

۶۔ حضرت اُم جبیبہ ذُنْبَنَا

یہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا۔ حضرت اُم جبیبہ ذُنْبَنَا کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعااص تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جوش سے ہوا اور انہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔

”جبوشہ کو ہجرت کی۔ جبوشہ میں جا کر عبید اللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ اُم جبیبہ ذُنْبَنَا سے بھی کہا لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں اب وہ وقت آگیا کہ ان کو اسلام اور ہجرت کی فضیلت کے ساتھ ام المؤمنین بننے کا شرف بھی حاصل ہو۔ عبید اللہ نے عیسائی ہو کر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کی۔ مے نوشی کی عادت ہو گئی آخر ان کا انتقال ہو گیا۔“ (۱۳)

پیر محمد کرم شاہ الازھری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رقم طراز ہیں:

”حضرت اُم جبیبہ ذُنْبَنَا نے دین عزیز کی خاطر اپنے والدین، قبیلہ، گھر، وطن اور خاوند سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور اب دیارِ غیر میں بے یار و مددگار رہ

گئی تھیں مکہ واپسی کا وہ خیال بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ حضور ﷺ کو جب دین کی اس مخلص مجاہدہ کے حالات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی بے کسی کو ختم کرنے اور انہیں ان کی قربانیوں کا صلدہ دینے کا ارادہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے شاہ جبše نجاشی کے ذریعے حضرت اُم جبیہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھجوایا۔ یہ نوید جانفرزا سن کر حضرت اُم جبیہ رضی اللہ عنہا کے دل کی جو کیفیت ہوگی اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا۔ انہوں نے اس پیشکش کو سعادت دارین سمجھ کر قبول کر لیا۔ نجاشی نے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ان کا حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کر دیا۔^(۱۲)

اس نکاح سے حضور ﷺ نے اپنی رحمت و رافت سے کام لیتے ہوئے ایک طرف تو اس مجاہدہ کے زخمیوں پر مرہم رکھا تو دوسری طرف اس نکاح کے خوشنگوار سیاسی فوائد حاصل ہوئے چنانچہ دشمن اسلام ابوسفیان کی مخالفت کی شدت کم ہو گئی جو آخر کار اس کے مشرف بہ اسلام ہونے پر منتج ہوئی اور سردار قریش کے حلقة بگوش اسلام ہونے سے لوگ جو ق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

۷۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

”ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش کی معزز خاتون تھیں۔ ان کا نکاح پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا لیکن کسی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد ابورہم بن عبدالعزیز کے نکاح میں آئیں۔

ابورہم نے ۷ ہجری میں وفات پائی۔^(۱۵)

پیر محمد کرم شاہ الازھری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ان سے نکاح کی حضور ﷺ کو ترغیب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دی تھی۔

اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی ایک بہن ام الفضل لبابة الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بڑھاپے کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہا ان کی پارسائی اور ان کے اشار کی وجہ سے انہیں اس قابل سمجھتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں شامل ہوں اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہونے کی سعادت حاصل کریں۔“ (۱۶)

پیر محمد شاہ الازھری رحمۃ اللہ علیہ اس نکاح کے سیاسی فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح نے کئی لوگوں کو حضور ﷺ کے ساتھ رشتہ مصاہرت میں پرو دیا تھا۔ عربوں کے نزدیک اس قسم کے تعلقات کی بڑی اہمیت تھی۔ اس لیے ان تعلقات نے اسلام کی اشاعت میں بڑا ہم کردار ادا کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ بہنیں تھیں جو بڑے اہم لوگوں کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی ایک بہن حضرت عباس رضی اللہ عنہا کی اہمیت تھیں اور ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ اس شادی کا مقصد بھی ایک معمر بیوہ کی دلجمی اور رشتہ داروں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا تھا۔“ (۱۷)

۸۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

مولانا سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

”اصلی نام نہ نہب تھا لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں اور عرب میں غنیمت کے ایسے حصے جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔“ یہ زرقانی کی روایت ہے۔

حضرت صفیہؓ کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سعادت (اعزاز) حاصل ہے باپ کا نام جی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنو نصیر کا سردار تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں کا نام ضر و تھا سموال رئیس قریظہ کی بیٹھی اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نصیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شہابی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔“ (۱۸)

پیر محمد کرم شاہ الا زھریؒ حضرت صفیہؓ کے نکاح میں آنے اور نکاح کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”حضرت صفیہؓ جنگ میں قیدی ہو کر لوئڈی بنی تھیں لیکن وہ جی بن اخطب کی بیٹی تھیں اس سے پہلے سالم بن مشکم اور کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ یہ سب یہودیوں کے سردار تھے۔ مسلمانوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہؓ کے نسبی مقام کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ خود ان کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا لیکن پہلے ان کو اختیار دیا کہ اگر تم دین یہودیت پر قائم رہنا چاہو تو میں تمہیں آزاد کر دیتا ہوں اور تمہیں تمہارے قبیلے والوں کے پاس واپس بھیج دیتا ہوں اور اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں آزاد کر کے تمہارے ساتھ نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے اپنے آبا و اجداد کے دین پر اسلام کو ترجیح دی اور حضور ﷺ نے انہیں زوجیت میں قبول فرمایا۔“ (۱۹)

بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ دین یہودیت پر قائم رہی تھیں، یہ غلط ہے۔ اگر وہ دین یہودیت پر قائم رہتیں تو ام المؤمنینؓ ہونے کا شرف حاصل نہ کر سکتیں۔ حضور ﷺ کا یہ نکاح بھی عظیم انسانی مقاصد کی خاطر عمل میں آیا تھا۔“

گزشہ چند اوراق میں حضور ﷺ کے ازدواجی صالح کی چند جھلکیاں پیش کی گئی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ حضور ﷺ نے پہلا نکاح حضرت خدیجہ ؓ سے کیا۔ آپ ﷺ جوان تھے اور معاشرے میں آپ ﷺ کو انتہائی معزز مقام حاصل تھا۔ نب کے حوالے سے بھی اور عظمت کردار کے حوالے سے بھی لیکن آپ ﷺ نے ایک بیوہ خاتون جو عفیفہ، طاہرہ اور پاکباز تھیں اور عمر میں آپ ﷺ سے کافی بڑی تھیں، نکاح فرمایا اور ۲۵ برس انتہائی خوشگوار ازدواجی زندگی بسر فرمائی اور انہی سے آپ ﷺ کی اولاد پیدا ہوئی۔

۲۔ ان کی رحلت پر جسے اسلامی تاریخ میں ”عام الحزن“ کہا جاتا ہے۔ اولاد کی دیکھ بھال کے لیے آپ ﷺ نے دوسری شادی حضرت سودہ ؓ سے کی ان کی عمر پچپن (۵۵) برس کے قریب تھی۔ وہ صالحہ اور عفیفہ تھیں۔ جب شہ کی طرف ہجرت کی سعادت دوبار حاصل کر چکی تھیں۔ اپنے صالح خاوند حضرت سکران ؓ کے انتقال پر بیوگی کے ایام گزار رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کی بے کسی ایشان، استقلال اور ثابت قدمی کو ملاحظہ رکھتے ہوئے انہیں اپنی زوجیت میں لے کر ان کو پناہ گاہ مہیا فرمائی۔

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے حضور ﷺ کے قبل از اعلان نبوت دوستانہ مراسم تھے۔ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے، صدیق کا لقب پانے والے اپنے جان ثار اور انتہائی عقیدت کیش رفیق کی دلجمی اور دلووازی کے لیے ان کی صاحبزادی حضرت عائشہ ؓ کو شرفِ زوجیت بخشنا۔

۴۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے انتہائی رفیق حضرت عمر ؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہ ؓ سے جن کے بہادر اور مجاهد خاوند حضرت تھیس بن حذافہ انصاری ؓ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عمر ؓ ان کے مناسب کفوکی تلاش میں

تھے۔ حضور ﷺ نے نکاح فرمایا اور ان کے زخموں پر مرہم رکھا اور اپنی رحمت و رافت کا مثالی ثبوت پیش فرمایا ور مخلص ساتھی کی دلجوئی اور دنووازی کی روشن مثال پیش کی۔

۵۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ؓ اور حضرت اُم سلمہ ؓ سے بھی نکاح آپ ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۶۔ حضرت اُم حیبہ ؓ اور حضرت میمونہ ؓ سے آپ ﷺ کا نکاح، بے کسی اور بیوگی سے مضطرب خواتین کو باعزت مقام دینے، کفالت اور پناہ گاہ مہبیا فرمانا تھا۔

۷۔ حضرت زینب بنت جحش ؓ سے آپ ﷺ کا نکاح عرب کی دو انتہائی قبیح رسم کے انسداد کے لیے عمل میں آیا جس سے ضمناً دو مضطرب افراد حضرت زید ؓ اور حضرت زینب ؓ کی ذہنی اضطراب کا ازالہ بھی ہوا اور ان کے لیے قلبی سکون اور طمأنیت کے حصول کا باعث بنا۔

۸۔ حضرت جویریہ ؓ اور حضرت صفیہ ؓ سے نکاح فرمایا اپنے معزز مقام کو بحال رکھنے کا موقع دینے کے ساتھ ساتھ انہیں انتہائی اہ اعزاز "امہات المؤمنین" میں شامل کرنے کا شرف عطا فرمایا، نیز بنو مصطلق کے قبلیے کو مشرف بہ اسلام ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور یہود کا معاندانہ جوش سرد پڑ گیا۔

۹۔ حضور ﷺ کے ازدواجی مصالح میں آپ کی رحمۃ للعالمین، شفقت و رحمت، مخلص رفقاء کی دلجوئی کے ساتھ تعلیمی و تربیتی، دینی شرعی، سماجی و سیاسی مقاصد کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ رقم الحروف کی نظر میں یہ سب اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ پر خصوصی فضل و کرم ہے۔ (وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا) کہ اکثر ازدواج طاہرات نے لمبی عمریں پائیں اور دین کی ترویج و اشاعت بالخصوص حلقة خواتین کی دینی تعلیم و تربیت میں عظیم کردار ادا فرمایا۔

یہاں اس امر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں کہ حضور ﷺ کے ازدواجی مصالح کے بارے میں مستشرقین اپنی تحقیق کی عینکوں کے شیشے صاف کر کے اپنے مادی پیمانوں سے جانچتے ہوئے مادی فوائد بیان کرنے پر زور دیتے ہیں لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس میں بھی حضور ﷺ کی عظمت کا اعتراف بے ساختہ، میں السطور، ان کے الفاظ میں ڈھل جاتا ہے۔

"The last feature to be noted about Muhammad's marriages is that he used both his own and those of the closest companions to further political ends. This was doubtless a continuation of older Arabian Practice. All Muhammad's own marriages can be seen to have a tendency to promote friendly relations in the political sphere. Khadijah brought him wealth, and the beginning of influence in Meccan politics. In the case of Sawdah, whom he married at Mecca, the Chief aim may have been to provide for the widow of a faithful Muslim, as also in the later marriage with Zaynab bint Khuzaymah; but Sawdah's husband was the brother of a man whom Muhammad perhaps wanted to keep from becoming an extreme opponent; and Zaynab's husband belonged to the clan of al-Muttalib, for which Muhammad had a special responsibility, while he was also cultivating good relations with her own tribe of Amir bin Šasaah. His first wives at Madina, Aishah and Hafsa, were the daughters of the men on whom he leaned most, Abu Bakr and Umar and Umar also married Muhammad's grand-daughter, Umm Kulthum bint Ali. Umm Salamah was not merely a deserving widow, but a close relative of the leading man of the Meccan clan of Makhzum. Juwayriyah was the daughter of

Chief of the tribe of Al-Mustaliq, with whom Muhammad had been having special trouble. Zaynab bint Jahsh, besides being Muhammad's cousin, was a confederate of the Meccan clan of Abd Shams, but a social motive may have outweighed the political one in her case to demonstrate that Muhammad had broken with old taboos. Nevertheless the clan of Abd Shams' and Abu Sufyan bin Harb in particular, were in his thoughts, for Abu Sufyan had a Muslim daughter, umm Habibah, married to a brother of Zaynab bint Jahsh' and when the husband died in Abyssinia, Muhammad sent a messenger there to arrange a marriage with her. The marriage with Maymunah would similarly help to cement relations with her brother-in-law, Muhammad's uncle, al-Abbas. There may also have been political motives in the unions with the jewesses, Safiyah and Rayhanah." (20)

یہ طویل اقتباس اس لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام از خود ملاحظہ کر سکیں
کہ مستشرقین لاکھ کوشش کر کے یہ دعویٰ کریں کہ چاند میں داغ نظر آتے ہیں لیکن چاند پر
نظر ڈالنے والا اس کی خوبصورت، حسین اور نورانی کرنوں کی ستائش اور تعریف کیے بغیر نہیں
رہ سکتا۔ ہبھی صورت مہ عرب کی سیرت میں جھلکتی ہے اور ہر سو آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمین
دلجوئی اور دلنوازی کے ساتھ ساتھ وہ تپش اور تڑپ نظر آتی ہے کہ دین حق کی تبلیغ و اشاعت
کو زیادہ فروع ہو اور اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات اور
احکام کو امت مسلمہ تک بطریق احسن پہنچایا جائے۔

ایک اور مستشرق جان بیکٹ گلب (John Bagot Glubb) آپ ﷺ

کی شادیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"It is however, worthy of note that all his wives,
only Aisha was a Virgin he married her, Zaynab

bint Jahash was a divorced wife and all the rest were widows, some of them, it would seem not particularly attractive. Moreover, the apostle had married Khadija when he was twenty-five and she was a widow considerably older than he was. He had remained completely faithful to her for twenty-four years until her death. (21)

حضرور ﷺ کے ایک ارشاد گرامی جس پر دوسرے مستشرقین اور معترضین نے تقدیم کی ہے (کہ اس دنیا مجھے عورت اور خوبیوں پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)۔ تبصرہ کرتے ہوئے گلب لکھتا ہے:

"In connection of his love of women with prayer seems to prove that it never occurred to him that his fondness for female company could be anything but innocent. (22)

گلب نے کھلے لفظوں میں حضور ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے اور اس حقیقت کو ثبوت اور تاریخی دستاویز کے طور پر پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ نے عالم شباب میں اپنے سے بڑی عمر کی ایک بیوہ سے نکاح کیا اور اس کی رحلت تک ۲۳ برس کا طویل عرصہ ہے جو انہائی خوشگوار ازدواجی زندگی میں بس رفرما یا۔

پیر محمد کرم شاہ الا زھری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقتباسات کو بیان کرنے کے بعد نہایت عمدہ تبصرہ فرمایا ہے:

"مذکورہ بالا گفتگو سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی ساری شادیاں عظیم انسانی مقاصد کی خاطر عمل میں آئی تھیں اور ان شادیوں سے مستشرقین نے جو نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے وہ بد نیتی پر مبنی ہے۔

عورت جس آدمی کی کمزوری بن جائے وہ گھر میں وہ ماحول قائم نہیں کر سکتا جو حضور ﷺ نے اپنے کاشانہ اقدس میں قائم کر رکھا تھا۔

آپ ﷺ کے گھر میں بیک وقت نو (۹) ازدواج مطہرات تھیں لیکن ان کی درمیان سوائے چند معمولی شکر رنجیوں کے کبھی کوئی معرکہ آرائی نہیں ہوئی۔ یہ حضور ﷺ کی عظمت کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی تمام زوجات کے حقوق کو بھی پورا کیا اور ساتھ ہی اپنے مشن کو بھی پورا کیا جو آپ ﷺ کو اپنے رب کی طرف سے تفویض ہوا تھا۔ عورتوں کی رغبت ایک لمحے کے لیے بھی آپ ﷺ کو اپنے مشن سے غافل نہ رکھ سکی۔ عورتوں پر مر منٹنے والے مرد خاتون کی ہر جائز و ناجائز فرمائش کو پورا کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرتے ہیں لیکن حضور ﷺ نے اپنے گھر کے لیے فقر کو پسند فرمایا اور آپ ﷺ کی تمام ازدواج مطہرات کو فقر کی اسی زندگی پر قانع رہنا پڑا اور جب انہوں نے اپنی اس حالت میں تبدیلی کا ایک جائزہ مطالبه کیا تو انہیں باذنِ خداوندی دوڑوک الفاظ میں بتا دیا گیا کہ دنیا کی محبت اور خدا کے رسول ﷺ کی محبت اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ تمہیں اختیار ہے ان میں سے جسے چاہو اختیار کرو۔ اگر فقر کی زندگی پسند ہے تو خدا کا رسول ﷺ تمہارا ہے اور اگر دولت دنیا سے تمہاری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے تو تمہارا رسول ﷺ کے ساتھ رہنا ممکن نہیں ہے۔ یہ دوڑوک رویہ وہی شخص اپنا سکتا ہے جو اپنے جذبات پر مکمل قابو رکھتا ہو۔ عورت جس شخص کمزوری ہو وہ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

زوجاتِ رسول ﷺ کے مسئلے کا تمام پہلوؤں سے جائزہ لینے والا شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آپ ﷺ کی شادیاں بھی آپ ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین کا ایک مظہر تھیں لیکن دل کے مریضوں کو ان شادیوں میں کئی تاریک پہلو نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تاریکیاں ان کے اپنے دلوں کی سیاہی کا عکس ہیں اور خدا کا جبیب ﷺ ہر اس چیز سے پاک جو اس کی خداداد عظامتوں اور رفتعروں کے منافی ہو۔“ (۲۳)

حواله جات

- ١- ضياء النبي، ٧/٥٠٥
- ٢- سير الصحابيات، ٥٥
- ٣- ضياء النبي، ٧/٥٠٦
- ٤- ضياء النبي، ٧/٥٠٨
- ٥- ضياء النبي، ٧/٣٧
- ٦- سير الصحابيات، ٧٢-٧١
- ٧- ضياء النبي، ٧/٥٢٨
- ٨- ضياء النبي، ٧/٥٣٨
- ٩- محمد عليه السلام پرافٹ اینڈ سٹیٹ میں، ١٥٨، بحوالہ ضياء النبي، ٧/٥٣٨
- ١٠- سير الصحابيات، ٧٩-٨٠
- ١١- ايضاً، ٨١-٨٠
- ١٢- ضياء النبي، ٧/٥١٣-٥١٢
- ١٣- سير الصحابيات، ٨٣
- ١٤- ضياء النبي، ٧/٥١٠
- ١٥- سير الصحابيات، ٨٣
- ١٦- ضياء النبي، ٧/٥١٦
- ١٧- ايضاً، ٧/٥١٦-٥١٧
- ١٨- سير الصحابيات، ٩١
- ١٩- ضياء النبي، ٧/٥١٥-٥١٦
- ٢٠- محمد عليه السلام ایٹ مدینہ، ٢٨٨-٢٨٧، بحوالہ ضياء النبي، ٧/٥٣٩-٥٣٠
- ٢١- دی لائف تامنر آف محمد عليه السلام، ٧/٢٣، بحوالہ ضياء النبي، ٧/٥٣٣
- ٢٢- ايضاً، ٧/٥٣٣-٢٣

نبی کریم ﷺ بحیثیت مشائی شوہر

عمرہ کاغذ، صفحات 166

مضبوط اکٹر بائینڈ نگ

اعلیٰ طباعت

قیمت 100 روپے

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی دنیا یے علم و ادب سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ بہاولپور یونیورسٹی میں بھی شعبہ علوم اسلامیہ کے چیئر مین رہے علوم اسلامیہ کے متلاشیاں کے لیے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق آپ نے مختلف عنوانات سے اپنی تحقیقات پیش کیں۔ ”نبی کریم ﷺ بحیثیت مشائی شوہر“ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کتاب مذکورہ میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے اپنی ازدواج مطہرات ﷺ کے ساتھ حسن سلوک اور امہات المؤمنین ﷺ کے مقام کو واضح کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ازدواج مطہرات ﷺ کی تبلیغی، دینی و علمی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔ علاوہ ازیں سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں آپ نے ایک مقالہ ”تعدد ازدواج“ کے متعلق تحریر کیا ہے جس میں سابقہ ام کے حوالے سے بھی تعدد ازدواج کو ثابت کیا ہے۔ بائل سے بھی تعدد ازدواج کی مثالیں پیش کی ہیں۔ نکاح کی اہمیت اور اس کے فلسفہ کے متعلق بھی پُرمغز بحث شامل ہے اور آخر میں ”نبی کریم ﷺ کی تعدد ازدواج کے مصالح“ کے عنوان سے اپنی تحقیق پیش کی ہے جس میں مستشرقین کے اعتراض کو شامل تحریر کر کے اپنی تحقیق کو مزید جاندار بنادیا ہے۔

علوم اسلامیہ کے طلباء اور دیگر تحقیق کرنے والوں کے لیے کتاب ایک بہترین مأخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شیخ زاید اسلامک سنٹر نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ ایسی تحقیقات کی اشاعت جامعہ پنجاب لاہور کا طرہ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کو مزید خدمت دین میں کی توفیق بخشد۔ (آمین)

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1 148 روشن پارک عقب سوچل سکورٹی ہسپتال نزد ملتان چونگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5-اجمیری سڑیت جویری محلہ

نرودر باردار آنکھ بخش، لاہور 042-7313356

میرے مخدوم: فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شریف پوری نقشبندی مجددی
عمرہ کاغذ، صفحات 256

مطبوعات مکمل بائینڈ نگ

قیمت 120 روپے

آستانہ عالیہ شیرربانی شریف سے تعلق رکھنے والے مریدین و متولین میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کے نام سے واقف نہ ہو۔ آپ آستانہ عالیہ شیرربانی کے ان مخلصین میں سے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو آستانہ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شریف پوری نقشبندی مجددی بھی آپ سے بہت زیادہ محبت و شفقت فرماتے ہیں۔

کتاب ”میرے مخدوم“ میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شریف پوری نقشبندی کی زندگی کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت فخر المشائخ کے ساتھ اپنا تعلق اور آں قبلہ کی محبتتوں اور شفقتتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت فخر المشائخ قبلہ میاں صاحب کی افکار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فروع میں خدمات، مسلک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع اور اس کو توثیق کرنے والوں کا محاسبہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا انفرسیں اور یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام کے بارے میں کاوشوں کو جیطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت قبلہ فخر المشائخ میاں صاحب کی وساطت سے جن علمائے کرام اور مشائخ عظام کی خدمت میں حاضری اور زیارت واستفادہ علم و عرفان کا موقع ملا، کا تذکرہ مختصر اکیا گیا ہے۔ ملاقات کے جواہوال ڈاکٹر صدیقی صاحب نے لکھے ہیں ان سے بخوبی اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح حضرت قبلہ میاں صاحب اپنے مریدین اور طالبان علم و ادب کو علماء کے ساتھ علمی مجلسوں اور بحث و مباحثہ کے ذریعے تعلیم و تربیت کا موقع دیتے ہیں۔ حضرت قبلہ میاں جمیل صاحب اور شریف پوری نقشبندی مجددی کی دینی، ملی، مذہبی، سیاسی، روحانی، تبلیغی (تقریری، تحریری) اور عوامی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کی اولاد امداد (صاحبزادہ میاں خلیل احمد نقشبندی مجددی، صاحبزادہ میاں سعید احمد نقشبندی مجددی، صاحبزادہ میاں جلیل نقشبندی مجددی اور صاحبزادہ میاں غلام نقشبند نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت قبلہ فخر المشائخ کی بیاض خاص سے آپ کے پسندیدہ اشعار جو کہ پند و نصائخ، حمد و نعمت، اخلاقیات اور مناجات وغیرہ پر مشتمل ہیں شامل اشاعت ہیں جبکہ آخر میں شجرہ طیبہ منثورہ و منظومہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شیرربانی شریف کو شامل اشاعت کیا گیا۔

غرضیکہ کتاب لا جواب آستانہ عالیہ شیرربانی شریف کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لیے بے حد معاون اور ایک تحقیقی مأخذ کا درجہ رکھتی ہے۔

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1- 118- روشن پارک عقب سو شل یکورنی ہسپتال نزد ملتان چوگنی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2- دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیرربانی، 5- اجیری شریعت ہجوری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356

تجلیات رسالت ﷺ

اعلیٰ طباعت

عده کاغذ، صفحات 250

مضبوط کلر باسٹنگ

قیمت 120 روپے

مشہور مفکر، عالم دین، ماہر تعلیم، خطیب جاوداں، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی ماہی ناز اچھوتی تالیف جس میں ہادی اعظم، محسن کائنات، رہبر شریعت، مرشد، اعظم، رحمۃ للعالمین نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے روشن پہلوؤں کو عالمانہ و فاضلانہ انداز میں موضوع بحث بنایا ہے۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب دیتے ہوئے نبی محترم ﷺ کے اسوہ حسنے کے محسن کو بیان کیا ہے۔ تجلیات رسالت ﷺ، خلق محمدی ﷺ، معلم اخلاق کی سخاوت، رسول عربی ﷺ کی شجاعت، ہادی کامل ﷺ، مصلح اعظم ﷺ، پیغام رسالت ﷺ، سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اہمیت تعلیم، پیغمبر انقلاب اور تعمیر شخصیت، تربیت نفس کا نبوی طریق، حضور اکرم ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر، غربت و افلas کا نبوی حل، آجر واجر اخلاقیات نبوی ﷺ کی روشنی میں اور دوسرے موضوعات پر تحریر علمی اور روشن قلبی کے ساتھ رشحت قلم کے موئی بکھیرے ہیں۔ آپ کی تحریروں میں اخلاص کا رنگ نمایاں ہے اور جن موضوعات کو زیر بحث بنایا ہے وہ تمام کے تمام ہماری روزمرہ زندگی کے مسائل و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور معاشرے میں افراتفری و انتشار کے اس نفاذی کے دور میں نبی ﷺ کی حیات طیبہ کے ان پہلوؤں کی رہنمائی ہمیں بے یقینی و بے چینی کے اضطرابی کیفیت سے نکال کر اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال کرتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے تاکہ ہم اپنی زندگی قرآن سنت کے حکمات کے مطابق گزار سکیں۔

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1 - 118 روشن پارک عقب سو شل یکورٹی ہسپتال نزد ملتان چونگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر مہنماہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5-1 جمیری سڑیت ہجوری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356

مقالات صدیقی

عمده کاغذ، صفحات 384

مضبوط کلر بائنسڈنگ

اعلیٰ طباعت

قیمت 195 روپے

محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی ماہیہ ناز تالیف جس میں اسلامی تعلیمات کے اچھوتے پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور فرزندان توحید کے لئے عملی زندگی میں بہترین رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ سیرت، تعمیر فکر، فقة اور اسلامی شخصیات کے نادر مقالات کا مجموعہ ”مقالات صدیقی“ کے عنوان سے زیور طباعت سے آرستہ ہو کر دستیاب ہے۔ کتاب کی اشاعت میں عمده سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے اور پرنٹنگ کے محاسن پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ کمپوٹر کمپوزنگ لا جواب ہے۔ چار کلر خوبصورت ٹائلہ آرٹ پر پر تیار کیا گیا ہے۔ مضبوط بائنسڈنگ نے کتاب کی محفوظیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود کتاب کی قیمت انتہائی کم رکھی گئی ہے۔ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والا قاری آسانی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔

عظمت مصطفیٰ ﷺ پر یہود و نصاریٰ کا بیہودہ اعتراض کیوں، رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی، مثالی پیغمبر ﷺ، ور فعنالک ذکر ک، سیدنا صدیق اکبر اور عشق رسول ﷺ، حضور ﷺ بحیثیت متمم اخلاق، اسلام کا نظام اخلاق، خودی قرآن حکیم کی روشنی میں، موجودہ دور میں مصطفوی انقلاب کیسے ممکن ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت، فقة حنفی کا اجمالي تعارف، حضرت امام ابو حنیفہؓ اور ان کے اجتہاد کا طریق کار، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت شیخ صدر الدین عارفؓ اور حافظ

علامہ ابن کثیرؒ جیسے عنوانات پر پُرمغز، مبنی بر دانش و حکمت اور اصلاحی و فلاحی نقطہ نظر کے تحت بے مثال نصیحت آموز پندو نصائح کے موتی مقالات صدیقی کی لڑی میں پروڈیوئے ہیں۔
ہر مسلمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ خود بھی پڑھئے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دیں۔ کسی کو تخفہ میں بھی یہ کتاب پیش کریں۔ یہ صدقہ جاریہ ہے۔ جب تک کوئی پڑھتا رہے گا یا دوسروں کو پڑھ کر نصیحت کرتا رہے گا تو خریدنے والے، ہبہ کرنے والے، پڑھنے والے تمام حضرات کو ثواب ملتا رہے گا۔

یہ کتاب بہت سی لائینی، طویل بحثوں اور ضخیم کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کو دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں Original Sources کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی تمام تحقیق کی گئی ہے۔ اسی بناء پر اس کتاب کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ نفع مند ہوگا۔ یہ کتاب سکولوں، کالجوں کی لا بئریوں کے لئے مکملہ تعلیم حکومت پنجاب سے منظور شدہ ہے۔ تعلیمی اداروں کی لا بئریوں اور تاجر حضرات کے لئے خصوصی رعایت درج ذیل پتہ سے خریدیں یا پھر خط لکھ کر بذریعہ V.P طلب فرمائیں۔

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1 118 - روشن پارک عقب سو شل یکورٹی ہسپتال نزد ملتان چونگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5- اجمیری سڑیت بھوری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356

شخصیات، عبادات، معاملات

عمرہ کاغذ، صفحات 208

اعلیٰ طباعت

قیمت 110 روپے

مضبوط کلر بائینڈنگ

تحریر و تقریر اور علم و ادب کے میدان میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ ماہی ناز ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ تصوف اور دینی ادب کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ بہت سی ادبی کتب آپ نے لکھیں اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر متلاشیان علم و ادب کی پیاس بجھانے کا سبب بنیں۔

”شخصیات، عبادات، معاملات“ بھی آپ کے بہترین مقالہ جات کا مجموعہ ہے جس میں جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ تین حصے ہیں۔ ایک حصہ شخصیات کے متعلق جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، نبی رحمت ﷺ کی شان رحمت اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت شاہ محمد غوث قادری رضی اللہ عنہ کے متعلق مقالہ جات بہترین معلومات کا مرقع ہیں۔

عبادات میں پہلے قرآنی موضوعات ہیں پھر ارکان اسلام میں سے نماز، زکوٰۃ اور روزہ کے متعلق سیر حاصل گفتگو پر مبنی مضامین ہیں جبکہ تیسرا حصہ جو کہ معاملات پر مشتمل ہے اس میں حضور ﷺ کا فیضان تربیت، اسلام کا نظام اخلاق، اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ کی اہمیت، ترقی پسندی اسلام کی نظر میں، مسلمانوں کا فن تعمیر جیسے نادر و نایاب مقالہ جات شامل ہیں غرضیکہ یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی علمی و ادبی عرق ریزی کا نتیجہ ہے جو کہ متلاشیان علم، مفکرین اسلام، زعماء دین و ملت، خطباً و مدرسین اور دیگر محققین کے لیے بہترین مرقع ہے۔

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1- روشن پارک عقب سو شل یکورٹی ہسپتال نزد مatan چوگنی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2- دفتر مہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5-اجمیری سڑیت ہجوری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356



خطبات جمعہ

اعلیٰ طباعت

عمده کاغذ، صفحات 208

قیمت 95 روپے

مضبوط کلر باسٹنگ

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے!

يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعُوا إِلَيْهِ ذِكْرَ اللَّهِ وَذِرُوهُ

الْبَيْعُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

جس طرح انبياء کرام میں نبی محترم ﷺ کو، الہامی کتب میں قرآن حکیم کو، ستاروں میں چاند کو، عبادتگاہوں عالم میں خانہ کعبہ کو، حسن عالم میں حضرت یوسفؑ کو، ملائکہ میں جبرائیلؑ کو فضیلت حاصل ہے اسی طرح جمعہ کے دن کو تمام ایام میں اور نماز جمعہ کو تمام نمازوں میں فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نماز جمعہ کی تاکید و تلقین کی ہے اور خطبه جمعہ کو سننا باعث برکت و ثواب قرار دیا گیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ایک عرصہ تک لاہور کی مساجد میں بغیر کسی معاوضے کے دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ فرزندان توحید کی شریعت و طریقت میں راہنمائی قرآن و سنت کے مطابق فرماتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ان خطبات میں سے تنشیس (33) عنوانات کا انتخاب کر کے علماء و خطباء اور عوام الناس کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے علماء و خطباء ان خطبات سے خاطر خواہ استفادہ کر کے عوام کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کر سکتے ہیں جبکہ طلباء اور عوام خود پڑھ کر بھی روز مرہ کے معاملات اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر کے اپنے شب و روز احکام خداوندی کے مطابق گزار سکتے ہیں۔

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1- 118- روشن پارک عقب سوچل سیکورٹی ہسپتال نزد ملتان چونگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2- دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5- اجمیری سٹریٹ، ہجوری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356

تجلیات ہجویری ﷺ

حضرت علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش کی ذات گرامی برصغیر پاک و ہند کے اولیائے کرام کے تذکرے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے بت کہ ہند میں توحید کی شمع فروزاں کر کے لاکھوں انسانوں کو ہدایت و راہنمائی کے پرچم تلے جمع کیا۔ تمام زندگی قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق گزرتے ہوئے لوگوں کو دین اسلام کی طرف راغب کیا۔ کشف المحبوب کے ذریعے تصوف کے اسرار و رموز کو عوام الناس کے سامنے بے نقاب کیا۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خواص و عام ہے حکمرانوں سے لے کر غریب عوام تک آپ کے آستانے پر حاضری دے کر دلی مرادیں رضاۓ الہی سے حاصل کرتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے جہاں دین و معاشرت اور تہذیب و ثقافت پر اسلامی اخلاقیات کے نکھرے تصور کے حوالے سے علمی خدمات انجام دی ہیں وہاں ”تجلیات ہجویریؒ“ کے نام سے ان کی تالیف قابل صد تحسین ہے۔ محلہ اوقاف حکومت پنجاب کی طرف سے داتا گنج بخش کے منعقد ہونے والے عرسوں کی تقریبات پر خصوصی نشتوں سے خطاب کرتے ہوئے تعلیمات ہجویریؒ کو بہترین انداز میں زائرین کرام کے سامنے پیش کیا۔ سات عنوانات پر مشتمل اعلیٰ کاغذ، کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے محاسن کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ کر کے پیش کیا گیا ہے جن کا مطالعہ عوام الناس کے لئے بہت مفید ہے۔ 56 صفحات پر مشتمل اس تالیف کی قیمت 22 روپے ہے جو تاجرانہ رعایت کے ساتھ سب کے لئے حاضر ہے۔

ملنے کے پتے: صدیقی پبلی کیشنز

-1 118- روشن پارک عقب سو شل یکورٹی ہسپتال نزد ملتان چونگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر مہنماہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5-اجمیری سریٹ ہجویری محلہ

نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356

صدقی پبلی کیشنز کے اغراض و مقاصد

ادارہ صدقی پبلی کیشنز خالصتاً اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے مقاصد کے حصول کے تحت 1992 میں قائم کیا گیا۔ 1994 میں دینی محققانہ مباحثت کی باقاعدہ اشاعت شروع ہوئی۔ نامساعد حالات اور ناکافی وسائل کے باوجود ذاتی سعی و کاوشوں کی بدولت مشہور عالم دین اور ماہر تعلیم محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدقی صاحب کی تحقیق و معلوماتی تصنیفات و تالیفات کی اشاعت جاری ہے۔

مارکیٹ میں موجود Competition کو مد نظر رکھتے ہوئے حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ ادارے کی جانب سے شائع کردہ کتب میں کپوزنگ، پرنٹنگ، بائندنگ، ڈیزائنسنگ اور عمدہ کاغذ کی تمام خصوصیات موجود ہوں۔ ادارے کی حتی الامکان کوشش یہ ہوتی ہے کہ کتب کی قیمتیں اتنی مناسب حد تک رکھی جائیں کہ عام متوسط قاری آسانی سے خرید سکے۔ ادارے کے پیش نظر کاروباری منافع مقصود نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور عوام الناس تک ان کی آسانی رسائی کا ممکن ہونا بنیادی نصب العین ہے۔

زیادہ سے زیادہ کتب خرید کر اور دوست و احباب میں ادارے کی مطبوعات کو متعارف کروا کر ادارے کے تبلیغی مقاصد پورے کرنے میں حتی الامکان تعادن فرمائیں، شکریہ۔

ملنے کے پتے: صدقی پبلی کیشنز

-1 - 118 روشن پارک عقب سوچل یکورٹی ہسپتال نزد ملتان چوہنگی، لاہور

042-8450161 - 0333-4357440

-2 دفتر مہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5-اجمیری سریٹ ہجوری محلہ نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور 042-7313356